ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

05

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا 32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

8 تا 14 رجب المرجب 1444ھ / 31 جنوری تا 6 فروری 2023ء

اسلام کی عملی تربیت

''اسلام نے افراد کی تعمیر و تربیت کے متعلق نظریات جمع کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے لئے عملی اور تطبیقی طریقہ اور تربیتی و تجربی پروگرام طے کئے ہیں۔ جو شخص دورِ نبوت کی تنفیذی تربیت کے نمونے کھنگالے گا وہ تعمیر و تربیت کے متعدد عملی طریقے اور گوشے پائے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے دار ارقم میں مسلمانوں کی ارشاد و توجیہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جاہلی معاشرے میں نکلے اور ساتھیوں کو لے کر عوام الناس کے افکار و معتقدات کو چیلنج کیا اور اس جاہلیت کے خلاف خوں ریز جنگیں لڑیں، جن کا مقصد اس روئے زمین میں اللہ کی عبودیت کا اعلان اور اس کے اقتدار کے سامنے عوام کو جھکانا اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا تھا۔ ان لوگوں کی نگاہ میں دنیا بالکل حقیر اور بے وقعت تھی اور وہ اپنی تمام زیب و زینت اور بناؤ سنگار کے ساتھ ان کے قدموں تلے آنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے دشمنوں نے ان کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں موت زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ رفعت کے مقابلے میں تواضع کو محبوب رکھتے ہیں۔ انہیں دنیا سے کوئی دلچسپی ہے نہ کوئی توقع وابستہ ہے۔ یہ لوگ مٹی پر بیٹھتے ہیں اور سواری ہی پر کھا لیتے ہیں۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے لاڈلے بیٹے تھے، صاحب دولت و سطوت تھے۔ مکہ کی ہر دوشیزہ آپؓ سے شادی کرنے کی خواہش مند تھی۔ جب آپؓ اسلام لائے تو ماں نے جائیداد سے محرومی کی دھمکی دی لیکن انہوں نے کوئی پروانہ کی۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ جب تک مصعب اسلام نہیں چھوڑیں گے وہ کھانا نہیں کھا سکتی۔ لیکن انہوں نے ایمان، یقین اور عزم و ہمت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا: بخدا اے ماں، اگر تیرے پاس سو جانیں ہوتیں اور وہ ایک ایک کر کے نکلتیں تو بھی میں محمد ﷺ کا لایا ہوا دین نہیں چھوڑتا۔'' جن لوگوں نے انہیں دورِ جاہلیت میں دیکھا تھا وہ بتاتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد وہ بہت ہلکے پھلکے دکھائی دیتے اور بدن پر بوسیدہ کپڑے ہوتے جن سے بمشکل ستر پوشی ہو پاتی۔''

تحریک اسلامی
استاد فتحی یکن

اس شمارے میں

اندھیر نگری چوپٹ راج

اللہ کے رسول ﷺ کا راستہ

عالم اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشیں (3)

سیاسی جماعتوں میں غیر اسلامی و غیر اخلاقی رجحانات

عالمی ایجنڈے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی شخصیت

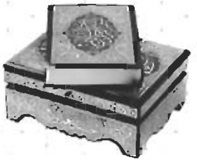

قومِ لوطؑ پر عذاب

سُورۃُ الشُّعَرَاء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:172تا175

ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۱۷۲﴾ۚ وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۷۵﴾ؑ

آیت: ۱۷۲ ﴿ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۱۷۲﴾﴾ ’’پھر ہم نے اُٹھا کر پٹخ دیا باقیوں کو۔‘‘

یعنی اس کی بستیاں اُلٹ دیں۔

آیت: ۱۷۳ ﴿وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۱۷۳﴾﴾ ’’اور ہم نے برسائی ان پر ایک بارش‘ تو بہت ہی بُری تھی وہ بارش جو اُن لوگوں پر برسی جنہیں خبردار کر دیا گیا تھا۔‘‘

اور قومِ لوط علیہ السلام پر آسمان سے پتھروں کا برساؤ کیا‘ سو ڈھیر ہو کر رہ گئے۔

آیت: ۱۷۴ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۴﴾﴾ ’’یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی ہے‘ لیکن ان کی اکثریت ماننے والی نہیں ہے۔‘‘

آیت: ۱۷۵ ﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۷۵﴾﴾ ’’اور یقیناً آپؐ کا رب بہت زبردست ہے‘ نہایت رحم کرنے والا۔‘‘

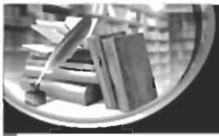

درس حدیث

نجات کے تین راستے

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ:((ثَلٰثٌ مُنۡجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُہۡلِکَاتٌ فَاَمَّا الۡمُنۡجِیَاتُ فَتَقۡوَی اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالۡعَلَانِیَۃِ وَالۡقَوۡلُ بِالۡحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالۡقَصۡدُ فِی الۡغِنَا وَالۡفَقۡرِ وَاَمَّا الۡمُہۡلِکَاتُ فَہَوًی مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعۡجَابُ الۡمَرۡءِ بِنَفۡسِہٖ وَہِیَ اَشَدُّہُنَّ)) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں‘ اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کر دینے والی ہیں۔ پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں: ایک‘ اللہ کا خوف خلوت میں اور جلوت میں اور دوسرے حق بات کہنا خوشی میں اور غصہ میں‘ اور تیسرے میانہ روی خوشحالی میں اور تنگدستی میں۔ اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں: ایک وہ خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے‘ دوسرے وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے (یعنی اس کے تقاضے پر چلا جائے) اور تیسرے آدمی کی خود پسندی کی عادت‘ اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے۔‘‘

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

اندھیر نگری چوپٹ راج

ویسے تو ہم ایک عرصہ سے سنتے آرہے ہیں کہ پاکستان ایک نازک موڑ پر کھڑا ہے اور ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں لیکن آج بڑی ذمہ داری سے کہا جا سکتا ہے کہ موڑ کی نزاکت نے بالآخر کام دکھا دیا ہے اور تباہی کے دہانے سے بھی لڑھکتے ہوئے ہم تباہی کے دامن میں پہنچا چاہتے ہیں۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اندھیر نگری چوپٹ راج کا محاورہ ہماری موجودہ صورتِ حال کے بارے میں وضع کیا گیا تھا۔ وطنِ عزیز کو کسی بھی سمت سے اور کسی بھی زاویہ نگاہ سے دیکھ لیجیے ہماری دانست میں اس سے بہتر تبصرہ ممکن نہیں۔ انفرادیت پر ہم فی الحال کوئی تبصرہ نہیں کرتے اجتماعی حوالے سے دیکھنا ہوگا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں یعنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر ملک اور قوم کس صورتِ حال سے دوچار ہے۔ عدلیہ اور اسٹیبلشمنٹ جیسے ادارے ملک میں کیا رول ادا کر رہے ہیں۔ ان تمام حوالوں سے یہ فیصلہ کرنا کہ کون بدتر ہے انتہائی مشکل کام ہے۔

سب سے پہلے سیاسی حوالے سے ماضیِ قریب سے بات کا آغاز کرتے ہیں چھوڑ دیجیے اس بات کو کہ رجیم چینج کیسے ہوا؟ امریکہ اُس میں ملوث تھا یا نہیں تھا، اسٹیبلشمنٹ کا کیا رول تھا۔ سیاست دانوں نے جائز کیا ناجائز کیا، بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ ایک جماعت تحریک انصاف کی حکومت ختم ہوگئی اور PDM نامی اتحاد کی حکومت قائم ہوگئی اور شہباز شریف وزیراعظم بن گئے۔ اب ہم اپنے تجزیے کو اگلے مراحل پر فوکس کرتے ہیں۔ ختم کی گئی حکومت کے خلاف نئی حکومت نے مہنگائی اور دوسرے ممالک سے تعلقات خراب کرنے کی چارج شیٹ بڑے زوردار انداز میں لگائی۔ تحریک انصاف نے پارلیمنٹ میں نئی حکومت کی مخالفت کرنے اور پارلیمانی لڑائی لڑنے کی بجائے پارلیمنٹ کو خدا حافظ کہہ دیا اور سڑکوں پر آگئی۔ جمہوری نقطہ نظر سے یہ پسندیدہ عمل نہیں تھا۔ ہماری رائے میں اگر عمران خان جمہوری طرزِ حکومت پر یقین رکھتے ہیں تو اُنہیں دونوں محاذوں پر یعنی پارلیمنٹ اور سڑکوں پر بیک وقت محاذ آرائی کرنا چاہیے تھی لیکن اُنہوں نے جلسہ اور جلوسوں میں حکومت کو للکارنا شروع کیا ایک اندازے کے مطابق اُنہوں نے (60) ساٹھ کے قریب جلسے کیے۔ اِن جلسے جلسوں میں عوام کی حاضری غیر متوقع طور پر بہت زیادہ رہی اور اُن کی مقبولیت میں شب و روز اضافہ ہونا شروع ہوگیا۔ اُنہوں نے قبل از وقت نئے انتخابات کا مطالبہ زوردار انداز میں کرنا شروع کر دیا۔ کبھی لانگ مارچ کیا اور کبھی شارٹ مارچ۔ اس دوران ایک جلسہ میں اُن پر فائرنگ ہوئی اور وہ زخمی ہوگئے۔ لیکن انتخابات کا مطالبہ اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ لاہور میں اپنے گھر میں بیٹھ کر تحریک چلاتے رہے اور وہ ہر قسم کے مذاکرات سے انکاری تھے جب تک انتخابات کی تاریخ نہ دی جائے۔

دوسری طرف حکومت بضد تھی کہ انتخابات مقررہ وقت پر ہی کرائے جائیں گے حالانکہ دنیا بھر کے جمہوری ممالک میں تنازعے کا حل فریش مینڈیٹ ہی سمجھا جاتا ہے۔ حکومت کو بھی چاہیے تھا کہ وہ سیاسی اور جمہوری انداز میں اپنے حریف کا مقابلہ کرتی اور عوام سے رابطہ کر کے اُس کی تائید حاصل کرتی

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

8 تا 14 رجب المرجب 1444ھ جلد 32

31 جنوری تا 6 فروری 2023ء شمارہ 05

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800

فون: 78-35473375 (042)

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700

فون: 03-35869501 فیکس: 35834000

nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 800 روپے

بیرونِ پاکستان

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)

انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

لیکن اُس نے خود کو ڈرائنگ روم کی سیاست تک محدود کر لیا اور عمران خان کے خلاف سیاسی اور اخلاقی الزام تراشی شروع کر دی، عین ممکن ہے کہ اُن میں سے کچھ صحیح ہوں، لیکن عوام نے اس کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ دوسری طرف PDM کی حکومت میں مہنگائی ختم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی جس سے حکومت کی ساکھ متاثر ہوئی۔ تحریک انصاف کا مطالبہ تھا کہ اسمبلی سے اُن کے استعفے منظور کیے جائیں لیکن سپیکر نے میڈیا پر اعلان کر دیا کہ استعفیٰ کی منظوری کے لیے ہر رکن اسمبلی کا اُن کے سامنے پیش ہونا آئین اور قانون کا تقاضا ہے اور میں کوئی کام آئین کے خلاف نہیں کر سکتا۔ لیکن چند روز بعد ہی اُنہوں نے اپنے قول اور آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے استعفے اجتماعی طور پر قبول کر لیے۔ یاد رہے سپیکر کا عہدہ جمہوری ممالک میں اتنا مقدس ہوتا ہے کہ بعض ممالک میں اگلے انتخابات میں اپوزیشن اُس کے خلاف امیدوار کھڑا نہیں کرتی۔ عمران خان نے ایک اور ترپ کا پتہ کھیلا پنجاب اور پختونخوا کی اسمبلیاں توڑ دیں۔ اِن صوبوں میں 90 دن کے اندر انتخابات کرانا آئین کا تقاضا ہے۔ جس کا آغاز اس حد تک تو کر دیا گیا کہ ان صوبوں میں عبوری حکومتیں قائم کر دی گئیں لیکن قانون کا یہ تقاضا بھی ہے کہ ان صوبوں میں نئے انتخابات کی فوری تاریخ بھی دی جائے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔

عبوری وزیر اعلیٰ مقرر کرنا ECP کا آخری اور حتمی حق ہے لیکن ایک ایسے شخص کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ لگا دیا جس نے نیب سے پلی بارگین کی ہوئی ہے اور اس حوالے سے سپریم کورٹ کا فیصلہ موجود ہے کہ کوئی مجرم پبلک آفس ہولڈ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ہماری سیاست پھر عدالتوں کا رخ کرے گی۔ پاکستان شاید دنیا کا واحد ملک ہے جس کی سیاست دن رات عدالتوں میں ہوتی رہتی ہے۔ ہماری عدلیہ عوامی نہیں سیاسی مسائل حل کرتی رہتی ہے۔ عدلیہ کا نام آیا تو کچھ اُس کا بھی ذکر خیر ہو جائے۔ 138 ممالک میں ہماری عدلیہ کا 130 واں نمبر ہے۔ حیرت ہے ہمارے بعد والے آٹھ (8) ممالک میں کیا ہوتا ہوگا۔ اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ دنیا بھر میں کہا جاتا ہے کہ قانون اندھا ہوتا ہے جبکہ ہمارے ہاں کا قانون فیصلے سے پہلے ملزم کے سٹیٹس اور اثر و رسوخ کا دوربین اور خوردبین دونوں سے بھرپور جائزہ لیتا ہے۔ اہل پاکستان کا تجربہ یہ ہے کہ راؤ انور سمیت ہر طاقتور قانون سے بالاتر ہے۔ طاقتوروں کا ذکر آیا ہے تو یہ کہے بغیر بات نہیں بنے گی کہ ہمارے طاقتور انتخابات کے نتائج من پسند چاہتے ہیں تاکہ کاغذی اور ظاہری حکمرانوں کو بھی وہ بلندی سے دیکھیں۔

معاشی صورت حال پر ہم نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے قلم کو کچھ لکھنے پر مجبور کر رہے ہیں اِس دور کے ''عظیم حساب دان'' محترم اسحاق ڈار ہم کو بتا رہے ہیں کہ پاکستان کسی صورت ڈیفالٹ نہیں کرے گا۔ ہم جیسے اَن پڑھوں کو کیا معلوم ایسا ہی ہوگا۔ بہر حال قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دنیا میں شاید ہی یہ ہوا ہو کہ کسی ملک کو IMF کے سامنے جعلی حسابات پیش کرنے پر جرمانہ ہوا ہو۔ ماضی میں موجودہ وزیر خزانہ کی وجہ سے پاکستان یہ اعزاز بھی حاصل کر چکا ہے۔ پچھلے دور حکومت میں اُنہیں جعلسازی پر پانچ ملین ڈالر جرمانہ ہوا تھا۔ ہم یہ مان لیتے ہیں کہ ہم ڈیفالٹ نہیں ہو رہے ہیں لیکن براہِ کرم یہ بتا دیں کہ اگر کسی ملک کی بندرگاہ پر کنٹینروں کے ڈھیر لگ جائیں اور اُس کے پاس چھڑانے کے لیے رقم نہ ہو۔ کسی ملک کے بینک ایل سیز نہ کھول رہے ہوں کہ زرمبادلہ نہیں ہے۔ جس ملک کے زرمبادلہ ذخائر اتنے کم ہو جائیں کہ اس ملک میں دوسرے ممالک کی رکھی گئی امانتیں بھی اُس سے زیادہ ہوں جس ملک کی فیکٹریاں خام مال درآمد نہ ہونے کی وجہ سے بند ہو رہی ہوں اور مزدور بے روزگار ہو رہے ہوں (یاد رہے کہ دو سال پہلے فیصل آباد کی ٹیکسٹائل ملز کے پاس اتنے آرڈر تھے کہ مزدور کم پڑ گئے تھے) جس ملک میں لوگ آٹے کی لائن میں لگے ہوئے جان کی بازی ہار جائیں۔ جس ملک میں فاقوں کے ہاتھوں خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں اچانک انتہائی اضافہ ہو جائے۔ جس ملک سے چند ماہ کے قلیل عرصہ میں کئی لاکھ لوگ معاشی بدحالی کی وجہ سے گھر بار چھوڑ کر نکل جائیں، جس ملک میں بجلی کا بریک ڈاؤن دو دن پر محیط ہو اور ڈیزل کی کمیابی پر اچھے دنوں میں بھی لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہو اور جس ملک کا وزیر اعظم دنیا بھر میں متعلقہ اور غیر متعلقہ لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہہ رہا ہو کہ ہماری مدد کرو، ہم پر یقین کرو، ہم تمہاری رقم واپس کر دیں گے اور IMF کو بغیر کسی میٹنگ کے میڈیا پر کہہ رہا ہو کہ ہماری مدد کرو، ہم تمہاری ہر ہر شرط قبول کریں گے۔ جس ملک کا سرکاری بینک صرف نو ماہ میں شرح سود کو 8% سے بڑھا کر 17% کر دے، اُسے ہم آپ کے کہنے پر ڈیفالٹر نہیں کہتے لیکن یہ تو بتا دیں اسے کیا کہیں۔ البتہ مالیاتی لحاظ سے ایک مثبت خبر بھی ہمارے سامنے آئی ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے قیامت تک ڈیفالٹ کرنے کے قطعی طور پر کوئی امکانات نہیں۔ وہ یوں کہ 27 کلومیٹر پر محیط حکومت اپنے 80 کے لگ بھگ وزیروں، مشیروں اور معاونین کے لیے جن میں سے ایک درجن وزیر بے محکمہ ہیں کئی ارب روپے کی لگژری گاڑیاں منگوا رہے ہیں۔ اللہ کرے یہ خبر سچی ہو تاکہ ہمیں اپنی معاشی صورتِ حال پر کچھ حوصلہ تو ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاسی اور معاشی صورتِ حال کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہہ دینا غلط نہ ہوگا کہ پاکستان کے حوالے سے اب کوئی بڑا فیصلہ سالوں یا مہینوں نہیں ہفتوں دور ہے، ضروری نہیں کہ یہ فیصلہ کسی بڑے سانحہ کی صورت میں سامنے آئے اس شر سے خیر بھی برآمد ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ روشنی کی کرن پھوٹنے کے امکانات اُسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے اور آج اندھیرا ایسا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہیں دے رہا، کاش یہ ہاتھ اشرافیہ اور مافیا کے گریبان تک بھی پہنچ جائے۔ بہر حال ہمیں خیر کی توقع صرف اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ اپنے فضل سے ایسی کوئی سبیل پیدا کر دے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ

(سورہ یوسف کی آیت 108 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 20 جنوری 2023ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج ان شاء اللہ ہم قرآن حکیم کی سورۂ یوسف کی آیت 108 کا مطالعہ کریں گے۔ اس کے ذیل میں نبی مکرم ﷺ کا راستہ، آپ ﷺ کا طریقہ، آپ ﷺ کی 23 برس کی مستقل سنت یعنی دعوت الی اللہ کے حوالے سے کچھ باتوں کی یاددہانی مقصود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ﴾ (یوسف:108)

"(اے نبی ﷺ!) آپؐ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں"۔

"راستے" کے لیے عربی میں لفظ سبیل بھی استعمال ہوتا ہے، صراط بھی، طریق بھی۔ گو کہ لغوی اعتبار سے تھوڑا تھوڑا فرق ہوگا لیکن سبیل، طریق اور صراط کم و بیش ہم معنی ہیں جن کا مفہوم ہے: راستہ۔ تمام انبیاء و رسل کی دعوت کا بنیادی نکتہ اللہ کی طرف بلانا ہی رہا ہے۔ گویا اصول کے اعتبار سے تمام پیغمبروں کی بنیادی دعوت بھی ایک ہے، تمام انبیاء و رسلؑ کا دین بھی ایک یعنی اسلام ہے۔ باقی تمام مذاہب کسی نہ کسی شخصیت کے نام پر ہیں، کسی نہ کسی شریک کی طرف بلاتے ہیں جبکہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو رب کائنات کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ﴾ "یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔" (آل عمران:119)

بہرحال دعوت الی اللہ کا قرآنی مفہوم وسیع تر ہے۔ اس میں تبلیغ بھی شامل ہے، برائی سے روکنا اور نیکی کی طرف بلانا بھی شامل ہے۔ اس میں شہادت علی الناس کا فریضہ بھی شامل ہے، اقامت دین کی جدوجہد بھی شامل ہے۔ مقصد ایک ہی ہے کہ بندوں کو اللہ کی طرف بلایا جائے، انہیں آخرت کی جوابدہی کا احساس دلایا جائے، اللہ کا پیغام انہیں سنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے اس فریضے کو بڑے اہتمام کے ساتھ بیان فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝﴾ (الاحزاب:46،45)

"اے نبی! یقیناً ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اُس کے حکم سے اور ایک روشن چراغ بنا کر۔"

اس آیت میں حضور ﷺ کی پانچ شانیں بیان کی گئی ہیں: شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور روشن چراغ۔ یہ ساری کی ساری شانین ایک فریضہ کے تعلق سے ہیں اور وہ ہے: اللہ کی طرف بلانا۔ وحی کا دروازہ بند ہو گیا لیکن وحی کے ذریعے نازل کی گئی ہدایت قرآن کی صورت میں موجود ہے۔ یعنی نبوت خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گئی لیکن کارِ رسالت باقی ہے۔ لوگوں تک دین کی دعوت کو پہنچانا، اللہ کی طرف بلانا، یہ کارِ رسالت ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کی ذمہ داری ختم نبوت کے بعد اس اُمت پر ہے۔ ہر مسلمان اپنی استعداد اور اپنے دائرہ کار کے اعتبار سے اس حوالے سے مسئول ہے، اُس سے اس حوالے سے جواب طلب کیا جائے گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے داعی بننا ضروری ہے۔ ہر مسلمان عالم بنے شرط نہیں ہے، ہر مسلمان مفتی بنے ضروری نہیں۔ کچھ بنیں گے تو اُمت کی راہنمائی شرعی معاملات میں ہوتی رہے گی۔ ہر مسلمان امام مسجد، خطیب، مفتی، مدرس قرآن نہیں بن سکتا۔ لیکن ہر اُمتی پر داعی بننا فرض ہے۔ اس میں کوئی استثناء نہیں۔ یہاں تک کہ خواتین بھی اپنے دائرے کار میں دین کی دعوت دیں گی، خصوصاً اپنی اولاد کی تربیت انہوں نے ہی کرنی ہے۔ اس حوالے سے ماں سے بھی پوچھا جائے گا۔ باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر میں دین کو قائم کرے اور اپنی اولاد کو دین کا داعی بنائے۔ اس حوالے سے اُس سے پوچھا جائے گا۔

مرتب: ابو ابراہیم

آج اُمت میں کیا ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح آج اولاد کو گمراہ کرنے کا سبب خود والدین بن رہے ہیں۔ میڈیا کا قصور بعد میں ہے۔ مہنگے سے مہنگے موبائل اولاد کی محبت میں لے کر دیے جائیں گے لیکن ان کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے نہ وقت ہے اور نہ پیسہ۔ اس بارے میں بھی سوال ہوگا۔ بہرحال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر اُمتی کی ذمہ داری ہے کہ وہ دعوت دین کے فریضے کو انجام دینے میں اپنا کردار ادا کرے۔ آج دعوت تو ہر بندہ دے ہی رہا ہے۔ سمارٹ فون پر ہم جو کچھ شیئر کر رہے ہوتے ہیں، یہ دعوت ہی تو دی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ جو بندہ ان پڑھ ہے، خاموش ہے وہ بھی اپنے کردار سے کوئی نہ کوئی دعوت دے رہا ہے۔ مثلاً چار دوست بیٹھے ہوئے ہیں، اذان کی آواز آئی، ایک اُٹھ کر نماز کے لیے چلا گیا۔ اس نے اپنے کردار سے خاموش دعوت دی کہ نماز اہم ہے اس کام سے جو ہم کر رہے ہیں۔ تین بیٹھے رہے، انہوں نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ نماز اہم نہیں ہے اس کام سے جو ہم کر رہے ہیں۔ دعوت تو ہر بندہ دے رہا ہے مگر سوچنا چاہیے کہ ہمیں بحیثیت مسلمان اور بحیثیت اُمتی کونسی دعوت دینے

کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور ہم اپنے عمل اور کردار سے لوگوں کو کیا دعوت دے رہے ہیں؟ کل اس بارے میں بھی سوال ہوگا۔ اللہ کے نزدیک بہترین داعی کون ہے؟ فرمایا:
﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (حٰمٓ السجدۃ:33)
’’اور اُس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہوگی جو بلائے اللہ کی طرف، اور وہ نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔‘‘

احسن superlative ڈگری ہے۔ یعنی بیسٹ۔ اللہ کے نزدیک بیسٹ داعی کون ہے؟ جو بلائے اللہ کی طرف۔ لیکن آج کیا ہو رہا ہے؟ آج بیسٹ کونسلر (داعی) اُسے سمجھ لیا گیا جو لوگوں کو بتا رہا ہے: ورلڈ فرام ہوم کرلو چار پراجیکٹس پکڑلو، دس لاکھ کمالو۔ ذرا آئی ٹی کے اندر تھوڑا سا آگے بڑھ جاؤ۔ فارن ایکسچینج اکاؤنٹنگ کے اندر چلے جاؤ، اب جنرلائز ایم بی اے نہیں چلے گا، سپیشلائزیشن کی طرف جانا پڑے گا۔ بڑی بڑی کونسلنگ اس کے لیے ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے کونسلر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے وقت لینا پڑتا ہے اور ان کو pay کرنا پڑتا ہے اور ان میں سے بیسٹ کونسلر کو تلاش کیا جاتا ہے۔ ان کی جائز بات ٹھیک ہوگی مگر قرآن تو اللہ کا کلام ہے اور اللہ کس کو بیسٹ قرار دے رہا ہے؟ یہ صرف فضیلت کا معاملہ نہیں بلکہ فرضیت کا معاملہ بھی ہے۔ یہ کارِ رسالت کا تقاضا ہے۔ یہ کوئی آپشنل کام نہیں ہے کہ چلو کرلیا تو ٹھیک، یہ کام فلاں علماء کر رہے ہیں، فلاں جماعت کے لوگ کر رہے ہیں، فلاں مسجد میں درس ہو جاتا ہے وغیرہ۔ اچھی بات ہے لیکن اگر میں اور آپ دعوت کا کام نہیں کر رہے تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ بحیثیت اُمتی اور مسلمان ہم سے بھی پوچھا جائے گا۔ کہیں یہ غفلت ہمیں جہنم کے عذاب کی طرف ہی نہ لے جائے۔ سوچنا چاہیے۔ رسولوں نے تو گواہی دے دی اور رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر گواہی دے بھی دی اور حاضرین سے گواہی لے بھی لی اور اللہ کو گواہ بھی بنا لیا کہ اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: جو یہاں موجود ہے وہ اُس تک پہنچائے جو یہاں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا بہت اہم خطاب ’’دعوت الی اللہ‘‘ کے عنوان سے کتابچے کی صورت میں موجود ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے بڑی شدومد کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کا اسوہ جامع ترین ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت اہم ہے۔ بعض سنتوں کے حوالے سے علمی نوعیت کا اختلاف رائے تو ہوسکتا ہے کہ فلاں عمل زیادہ افضل ہے یا فلاں ترجیح میں مقدم ہے، لیکن ایک ایسی متفقہ علیہ سنت جس میں کسی مکتب فکر کا کوئی اختلاف رائے نہیں ہے وہ آپ ﷺ کی 23 برس کی مسلسل سنت ہے یعنی دعوت الی اللہ۔ یہ حضور ﷺ کی سب سے اہم سنت ہے۔ کیا آج ہم اس سب سے بڑی سنت کو ادا کر رہے ہیں؟

یاد رکھئے! بحیثیت اُمتی اس سنت کا ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمے لگایا ہے۔ کل یہ ذمہ داری یہود کے کندھوں پر تھی۔ اسی وجہ سے اللہ نے انہیں بھی فضیلت دی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرۃ:47)
’’اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام جہانوں پر۔‘‘
اُس وقت اُن کی یہ فضیلت پیغمبروں کا دست و بازو کی بننے کی وجہ سے تھی لیکن جب انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی تو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں بھی فرماتا ہے:
﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ (البقرۃ:61) ’’اور ان پر ذلت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی۔‘‘
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعوت الی اللہ کے لیے چنا: ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (الحج:85) ’’اُس نے تمہیں چن لیا ہے۔‘‘

اللہ نے ہمیں کسی چھوٹے کام کے لیے کھڑا نہیں کیا بلکہ بہت بڑا مشن جو انبیاء و رسل کا مشن تھا اس کے لیے اللہ نے ہمیں کھڑا کیا ہے۔ اگر کہیں ہماری صلاحیتیں

پریس ریلیز 27 جنوری 2023ء

بدترین معاشی اور سیاسی عدم استحکام کسی بڑے سانحہ کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے

شجاع الدین شیخ

بدترین معاشی اور سیاسی عدم استحکام کسی بڑے سانحہ کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ملکی معاشی اور سیاسی حالات جتنے آج دِگرگوں ہیں اس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ وزیر خزانہ کہہ رہے ہیں کہ ملک ڈیفالٹ نہیں ہوگا۔ زمینی حقائق البتہ یہ ہیں کہ زرمبادلہ کے ذخائر خطرناک ترین حد تک گر چکے ہیں۔ بندرگاہوں پر کنٹینروں کے ڈھیر لگے ہیں اور ایل سی کھولنے کے لیے ڈالر نہیں۔ ملکی خزانے میں دوسرے ممالک کی رکھی ہوئی امانتیں بھی استعمال میں لائی جاچکی ہیں۔ فیکٹریاں بند ہورہی ہیں اور مزدور بے روزگار ہورہے ہیں۔ آٹا حاصل کرنے کے لیے قطاروں میں کھڑے کئی لوگ جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ فاقوں کے ہاتھوں خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں ہوش رُبا اضافہ ہوا ہے۔ ملک میں بجلی کا بدترین بحران دیکھنے میں آیا ہے۔ شرح سود کو 17 فیصد تک بڑھا دیا گیا ہے۔ حکومت آئی ایم ایف کی کڑی شرائط قبول کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے جس سے مہنگائی کا ناقابلِ تصور طوفان آئے گا۔ دوسری طرف تمام ریاستی سٹیک ہولڈرز باہم گتھم گتھا ہیں۔ سیاسی حریفوں کی پکڑ دھکڑ جاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قانون اور انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاسی اور معاشی عدم استحکام کا جائزہ لیں تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پاکستان کو فوری طور پر اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا ورنہ ہم خدانخواستہ کسی بھی وقت بدترین حادثہ کا شکار ہوسکتے ہیں۔ تمام سٹیک ہولڈرز اپنی ذاتی و گروہی مفادات کو تج کر کے ملکی مفاد کو ترجیح دیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم اپنا یہ اصرار جاری رکھیں گے کہ پاکستان کے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دینا ہے جو پاکستان کی واحد اساس اور بنیاد ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

لگنی چاہئیں تو اس آفاقی مشن میں لگنے چاہئیں۔ ہماری یوتھ میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں ہے۔ اگر یہی یوتھ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک، ناسا، اور آکسفورڈ یونیورسٹ کو اپنی صلاحیتیں دے رہی ہے تو بحیثیت اُمتی اپنے مشن کے لیے یہ صلاحیتیں کیوں صرف نہیں ہوسکتیں؟ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ایک مسلمان اور اُمتی کی حیثیت سے ہماری صلاحیتیں کہاں صرف ہو رہی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم: 7) ”اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔“

شکر یہ بھی ہے کہ اللہ نے ہمیں جو صلاحیتیں دی ہیں انہیں ہم اللہ کے راستے میں استعمال کریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ ہماری صلاحیتوں کو مزید نکھار دے گا۔ جیسے اللہ نے عربوں کی صلاحیتوں کو نکھار دیا تھا اور انہیں دنیا کا امام اور حکمران بنا دیا تھا۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگی، جان، مال ہر چیز کو رسولوں کے مشن کے لیے صرف کیا تھا۔ یہ حضور ﷺ کی 23 برس کی سنت تھی جس کو صحابہؓ نے اپنایا تھا۔ زیرِ مطالعہ آیت میں آگے فرمایا:

﴿عَلٰى بَصِيْرَةٍ﴾ ”پوری بصیرت کے ساتھ۔“

بصیرت کی ترجمانی Conviction، یقین، دلائل، براہین جیسے الفاظ سے کی جاسکتی ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ دعوت دینے والے کو پہلے خود دعوت پر پختہ یقین ہو۔ جیسے قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (البقرۃ: 285) ”ایمان لائے رسول (ﷺ) اس چیز پر جو نازل کی گئی اُن کی جانب اُن کے ربّ کی طرف سے اور مؤمنین بھی (ایمان لائے۔)“

اس کے ذیل میں سمجھیں کہ دعوت دینے والے کو اپنی دعوت پر شعوری، حقیقی، قلبی اور اکتسابی ایمان حاصل ہو۔ ایمان زبان کے اقرار کا نام ضرور ہے مگر کافی نہیں، حقیقی ایمان کے لیے دل کی تصدیق بھی حاصل ہونی چاہیے اور شعوری طور پر بھی ذہن اس کو قبول کرتا ہو۔ حقیقی ایمان دل میں ہوتا ہے تو عمل ثبوت پیش کرتا ہے اور وہ عمل واقعتاً عمل ہوگا تو وہ لازماً بندے کو دوسروں کی خیرخواہی کے جذبے کے ساتھ دعوتِ دین کے عمل کی طرف لے کر جائے گا۔ پھر جو دعوت پیش کرنی ہے تو وہ پورے وثوق، یقین اور پوری conviction کے ساتھ پیش کرنی ہے جس کے لیے بصیرت کا لفظ آیا ہے۔ اس کے لیے آپ کے پاس دلائل اور براہین بھی ہونے چاہئیں۔ ایک عوام الناس ہیں جہاں وعظ ونصیحت کے ساتھ کام چل جاتا ہے مگر معاشرے میں اگر تبدیلی لانی ہے جس کے ہم خواہاں ہیں، انقلاب برپا کرنا ہے جو ہماری چاہت ہے تو معاشرے کے ذہین طبقات پر بھی فوکس کرنا ہوگا۔ ان کو ان کی ذہنی سطح پر ایڈریس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں دلائل اور براہین کی ضرورت پیش آئے گی اور اگر کچھ اشکالات اور اعتراضات ہیں ان کو رفع کرنے کی بھی کوشش کرنا پڑے گی اور یہ سب کچھ بصیرت کے ذیل میں آئے گا جس کے ذریعہ دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ادا کرنی ہے۔

زیرِ مطالعہ آیت میں فرمایا:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ (یوسف: 108) ”(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں، پوری بصیرت کے ساتھ، میں بھی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔“

حضور ﷺ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ یہ میرا راستہ ہے، یہ میرا طریقہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اس بات میں بڑا زور ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی 23 برس کی سنت ہے۔ اگر ایک امتی یہ کام کرتا ہے تو اس کی نسبت انبیاء ورسل سے ہو جاتی ہے اور اس کی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو جاتی ہے۔ اتباع کرنے والوں میں اولاً نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر وہ اُمتی جو دعوت کا کام کر رہے ہیں اتباع کرنے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس سے ایک اور نکتہ بھی معلوم ہوا۔ حضور ﷺ کی اتباع تو اللہ کی محبت کی دلیل ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔“ (آلِ عمران: 31)

اتباع میں تو پوری زندگی آئے گی خواہ حضور ﷺ نے کسی بات کا حکم نہ بھی دیا ہو مگر حضور ﷺ نے اس کو اختیار کیا ہو تو حتی الامکان اس کی پیروی کی کوشش کی جائے۔ اسی اتباع کے تعلق سے یہاں کیا ذکر آرہا ہے کہ وہ لوگ بھی اللہ کی طرف بلا رہے ہیں جو میری اتباع کرتے ہیں۔ سچی بات یہی ہے کہ اگر اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو اتباعِ رسول ﷺ کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ خصوصاً جو حضور ﷺ کی 23 برس کی سنت ہے، جو دعوت الی اللہ کا کام ہے اور جو رسولوں کا مشن ہے اس میں بھی حضور ﷺ کی اتباع کرنا ہوگی۔ کوئی امتی اس سے محروم نہ رہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو عموم کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((بلغوا عنی ولو آیة)) ”میری جانب سے پہنچا دو خواہ ایک ہی آیت ہو۔“ ضروری نہیں کہ کوئی عالم ہے تو وہی دعوت دے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لیے بنیادی معیار یہ دیا کہ اگر ایک آیت، ایک حدیث بھی آتی ہے تو اس کو بھی آگے پہنچاؤ۔ پہنچانا ضروری ہے چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو اہلِ طائف نے رد کیا تو واپس آتے ہوئے وادی نخلہ میں جنات کی ایک جماعت نے فجر کی نماز میں حضور ﷺ کی تلاوت سنی تو خود بھی ایمان لے آئے اور اپنی جماعت کو بھی دعوت دینے کے لیے روانہ ہو گئے۔ یعنی اگر طائف والوں نے رد کیا تو جنات نے دعوت کو قبول کر لیا۔ طائف نے رد کیا تو اللہ نے یثرب کے دروازے کھول دیے۔ بنیادی کام دعوت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ساری زندگی یہی کام کیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ صحابہ کرامؓ تھے تو جنت البقیع میں زیادہ سے زیادہ آٹھ سے دس ہزار صحابہؓ دفن ہوئے، باقی سب کی قبریں دنیا بھر میں ہیں کیونکہ صحابہؓ کا مشن دعوت الی اللہ تھا۔ دعوت کی غرض سے پھیل گئے۔ یہ حضور ﷺ کی اتباع کا سب سے بڑا تقاضا ہے کہ ہمیں جو صلاحیتیں اور وسائل اللہ نے دیے ہیں وہ دعوت کے کام میں لگ جائیں۔ آخر میں فرمایا:

﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ یوسف: 108)

”اور اللہ پاک ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“

اللہ ہر عیب، کمزوری، حاجت، نقصان، زوال سے پاک ہے۔ اگر ہم دعوت کا کام نہیں کریں گے تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر ساری زندگی یہ کام کریں گے تو اللہ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ البتہ اگر ہم دعوت کا کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی کے راستے کھول دے گا اور اگر بحیثیت مسلمان اور بحیثیت اُمتی اپنی یہ ذمہ داری پوری نہیں کریں گے تو آخرت میں خود نقصان اُٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں اپنے رسول ﷺ سے سچی محبت اور اتباع کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عالمِ اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشیں (3)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

عالم اسلام میں مغرب کے اہداف کا ایک جائزہ

آج مَیں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ایک کر کے عالمِ اسلام کے مختلف ممالک کا معاملہ سمجھ لیں کہ یہ کس اعتبار سے مغرب کا ہدف ہیں۔

افغانستان: 1990ء عراق کے بعد امریکہ کا عالم اسلام میں اگلا ہدف افغانستان بنا ہے۔ مَیں نے مغرب کے مقاصد کی جو چار لڑیاں بتائی ہیں' جو آپس میں بٹی ہوئی ہیں' اب ان کے حوالے سے دیکھیے۔ افغانستان میں عظیم ترین بات یہ ہوئی کہ نظامِ اسلامی کی ایک ہلکی سی جھلک دنیا نے دیکھ لی۔ یہ وہ چیز ہے جو شیطان کو اور اس کے چیلوں اور ایجنٹوں کو کسی صورت گوارا نہیں۔ اقبال نے اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' 1936ء میں لکھی تھی۔ اس میں انہوں نے ابلیس کی زبان سے یہ کہلوایا ہے:

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں!

یعنی مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا میں شرعِ محمدیؐ کی برکات کا ظہور نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو میری ابلیسیت کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ میرا سارا تانا بانا جو میں نے صدیوں کی محنت سے بنا ہے' وہ سارا برباد ہو جائے گا۔ افغانستان میں اس ''شرعِ پیغمبرؐ'' کی جھلک نظر آئی تھی' اگرچہ ابھی وہاں کوئی اسلامی نظام قائم نہیں ہوا تھا۔ چند اسلامی سزاؤں کے نفاذ ہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سو فیصد امن قائم ہو گیا۔ چوری' ڈاکہ' اغوا' زیادتی اور جنسی جرائم سب ختم ہو گئے۔ پھر یہ کہ ''امیر المومنین'' کے ایک حکم پر پوست (poppy) کی کاشت یکسر بند ہو گئی۔ امریکہ اس مقصد کے لیے اربوں ڈالر دیتا ہے کہ کسی طریقے سے باز آ جاؤ' لیکن وہاں پر ہر سال اس کی مقدار بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ تو مغرب کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ اگر یہاں اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی قائم ہو گیا اور جدید تصورات کے مطابق کوئی ایسی ریاست قائم ہو گئی جس میں ایک طرف تمام اسلامی اقدار اور خلافتِ راشدہ کے اصول موجود ہوں اور دوسری طرف عہدِ حاضر میں جو بھی ریاستی ادارے پروان چڑھے ہیں وہ بھی پورے طور پر بروئے کار آ جائیں تو گویا ابلیسیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخِ انسانی کا جتنا بڑا اتحاد (coalition) افغانستان پر حملے کے لیے بنا ہے، وہ کبھی نہ تو اس سے پہلے بنا ہے نہ اب بنے گا۔ نیٹو کی فورسز عراق میں نہیں گئیں' یہاں آ گئیں۔ اس لیے کہ اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔ اور اس ملّتِ واحدہ کو سب سے بڑا اندیشہ اسلام سے ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں امریکہ اور یورپ کو روس کی پشت پناہی بھی حاصل رہی ہے۔ برطانیہ کے وزیر اعظم گورڈن براؤن نے واشنگٹن میں یہ بیان دیا تھا کہ عنقریب چین بھی اپنی فوجیں افغانستان میں بھیج دے گا۔ یہ بات کسی عام صحافی نے نہیں' برطانیہ کے وزیر اعظم نے کہی تھی' لہٰذا بے بنیاد نہیں ہو سکتی' اگرچہ چند دن کے بعد چین کی طرف سے اس کی تردید آ گئی تھی۔ آپ کو معلوم ہے موجودہ سیاست کا معاملہ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ایک بات آئی' پھر اس کی تردید آ گئی' پھر معلوم ہوا کہ اس میں کچھ جزوی حقیقت تھی' پھر بعد میں وہ بات کھل کر سامنے آ گئی۔ دراصل اس طرح کے feeler لوگوں کا ردِ عمل معلوم کرنے کے لیے چھوڑے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں چین اس اتحاد میں آئے گا۔ اس لیے کہ چین کو خود اسلام سے اندیشہ ہے۔ اس کے بہت بڑے صوبے سنکیانگ میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہے اور وہ ان میں کسی انقلابی تحریک کے جنم لینے سے خائف ہے۔ اور ظاہر ہے کسی نظریے یا فکر کے لیے نہ تو کوئی ویزا درکار ہے نہ پاسپورٹ۔ وہ تو ملکوں کی سرحدیں عبور کر جاتا ہے اور اسے نہ کوئی پہاڑ روک سکتا ہے نہ دریا۔ اور افغانستان کا ایک کونہ چین کے ساتھ جا کر مل بھی جاتا ہے۔ ''واخان'' کی پٹی کا ایک سرا چین کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح چین بھی گویا افغانستان کی سرحدوں میں شامل ہے۔ تو ان کو خطرہ ہے کہ افغانستان سے اسلام کا انقلابی اور جہادی فکر اگر کہیں ہمارے اس صوبے سنکیانگ کے اندر آ گیا تو ہمارے لیے معاملہ مشکل ہو جائے گا۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ افغانستان میں اسلامی نظام کے ایک امکان کا معاملہ پیدا ہوا۔ لہٰذا اس پر اتنی بڑی فوج کشی کی گئی۔

مَیں محسوس کرتا ہوں کہ یہ حدیث اسرائیل کے علم میں ہے جو ہمارے ہاں بیان ہوتی ہے:

((تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُودٌ لَا يَرُدُّهَا شَيْءٌ حَتّٰى تُنْصَبَ بِإِيْلِيَاءَ)) (الترمذی)

''خراسان کے علاقے سے سیاہ پرچم (لے کر لشکر) نکلیں گے' ان کا رُخ کوئی موڑ نہیں سکے گا' یہاں تک کہ وہ جا کر یروشلم میں نصب ہو جائیں گے۔''

یہود کے استیصال کا معاملہ چونکہ خراسان (افغانستان) ہی سے شروع ہونا ہے لہٰذا وہ یہاں اپنے پنجے مضبوطی کے ساتھ گاڑے رکھنا چاہتے ہیں۔ اوباما کا بھی یہی ایجنڈا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں عراق سے فوج نکال لوں گا اور افغانستان میں مزید داخل کروں گا۔ دراصل عراق کا معاملہ متذکرہ بالا چار لڑیوں (strands) میں سے صرف دو پر مشتمل تھا۔ لہٰذا وہاں کوئی بڑا اتحاد وجود میں نہیں آیا۔ وہ دو چیزیں یہ تھیں: (i) تیل کے ذخائر (ii) اسرائیل کی اوّلین توسیع --- یعنی عراق پر حملہ گریٹر اسرائیل کے قیام کی طرف پہلا قدم تھا۔ اس لیے کہ جیسے ہی صدام کو شکست ہوئی اور بغداد میں اس کے مجسمے بھی گرائے گئے تو اسرائیل کے اُس وقت کے وزیر اعظم شیرون نے فوراً کہہ دیا تھا کہ عنقریب عراق پر ہماری حکومت ہو گی' اور پہلے تو ہم صرف فرات تک کا علاقہ مانگتے تھے اب ہمارا مطالبہ دجلہ تک ہے۔

افغانستان میں امریکہ کا ایک اور ایجنڈا بھی ہے۔ اسے ایشیا کے وسط میں قدم جمانے کے لیے ایک خطۂ زمین کی ضرورت ہے۔ اُس نے ایک اسرائیل تو عالمِ عرب کے قلب میں گویا خنجر کے طور پر گاڑا ہے اور وہاں پر اپنے پاؤں جمائے ہیں' جبکہ اسے ایک اور ''اسرائیل

ایشیا کے قلب میں درکار ہے، جہاں اسرائیلی حکومت کی طرح کوئی حکومت ہو جو اُس کی پشت پناہ ہو، جو اُسی کے اشارے پر ناچے اور اُسی کے ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر اپنے تمام وسائل و ذرائع صرف کرے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے افغانستان کا انتخاب کر لیا۔ یہ ان کا پروگرام ہے۔ فی الواقع کیا ہو گا، یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ انہوں نے بہرصورت یہاں اپنے پنجے گاڑ کر ہی رکھنے ہیں۔ یہیں سے پاکستانی علاقوں پر امریکی حملے ہوتے ہیں، جو صوبہ سرحد کے وسطی علاقے بنوں تک جا پہنچے ہیں۔

ہماری حکومت کا کہنا ہے کہ ان حملوں کے حوالے سے ہمارا امریکہ سے کوئی معاہدہ نہیں، جبکہ ان کی طرف سے مسلسل کہا جا رہا ہے کہ یہ ہمارا سہ فریقی تعاونِ باہمی کا معاہدہ ہے، جس میں افغانستان کی حکومت، پاکستان کی حکومت اور نیٹو شریک ہیں۔ اس معاہدے کی رو سے ہم آپس میں ایک دوسرے کے تعاون سے یہ حملے کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی طرف سے کبھی کبھی ایک چھوٹا سا احتجاجی بیان آ جاتا ہے کہ بس بس اب مزید برداشت نہیں ہو گا، آپ ہماری sovereignty کو چیلنج نہیں کر سکتے، لیکن یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے اپنے بس پڑتے افغانستان کو چھوڑنا نہیں ہے۔

اسی افغانستان کے بارے میں علامہ اقبال کے دو شعر ملاحظہ کیجیے:

آسیا یک پیکرِ آب و گِل است
ملّتِ افغاں در آں پیکر دِل است!

''ایشیا مٹی اور پانی کا ایک پیکر ہے، جیسے انسان کا جسم مٹی اور پانی کے آمیزے سے بنا ہے۔ جس طرح انسان کے جسم کے اندر دل ہوتا ہے اسی طرح افغانستان ایشیا کے دل کی حیثیت رکھتا ہے۔''

از فسادِ اُو فسادِ آسیا
در کشادِ اُو کشادِ آسیا

''اگر وہاں فساد ہو گا تو پورے ایشیا میں فساد ہو جائے گا اور اگر وہاں کے حالات بہتر ہو جائیں گے تو پورے ایشیا کے حالات میں بہتری آ جائے گی۔''

تو امریکہ افغانستان کو قلبِ ایشیا میں ایک اسرائیل کی صورت دینا چاہتا ہے، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا، اس کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی یقیناً اسرائیلیوں کے علم میں ہوں گی۔ یہ لوگ بہت ریسرچ کرتے ہیں اور ایسی احادیث ان کے علم میں ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت مسیحؑ کا نزول ہو گا اور اس کے بعد جو یہودیوں کا قتل عام ہو گا تو اُس وقت صرف ایک درخت ''غرقد'' ایسا ہو گا جو یہودیوں کو پناہ دے گا۔ ورنہ کوئی شجر ہو یا حجر، کوئی یہودی اس کے پیچھے چھپے گا تو وہ پکار کر کہے گا کہ اے عبداللہ! اے مسلمان! دیکھ میرے پیچھے یہ یہودی چھپا ہوا ہے، آؤ اور اسے قتل کرو!---- اور یہودیوں نے اسرائیل میں سب سے زیادہ شجرکاری غرقد کی ہی کی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہی درخت ان کا پشتیبان بن سکتا ہے۔

امریکہ کو سنٹرل ایشیا کے تیل کے ذخائر کے لیے راستہ چاہیے اور وہ افغانستان سے ہو کر گزرتا ہے۔ وسطی ایشیا میں تیل کے بہت زبردست ذخائر موجود ہیں۔ ابھی تو چائنا اس کے لیے کوشش کر رہا ہے اور اُس نے وہاں پائپ لائن بچھا دی ہے، جبکہ امریکہ چاہتا ہے کہ وہاں سے تیل وہ اپنے ہاں لے جائے۔ یہ امریکہ کے ایجنڈے میں ہے۔ وہ اصل میں گریٹر بلوچستان بھی اسی لیے بنانا چاہتا ہے کہ اس کے راستے سے افغانستان اور وہاں سے سنٹرل ایشیا کے تیل کے ذخائر تک رسائی حاصل ہو سکے۔

خود افغانستان کے اندر معدنی ذخائر بے انتہا ہیں اور یہ بات ہم سے زیادہ امریکہ کے علم میں ہے۔ مارچ 2001ء میں مشہور ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود (جو ایک مخلص سنی مسلمان ہیں) نے ہمارے ہاں ایک خطاب کیا تھا: ''افغانستان پر عالمی پابندیاں کیوں؟'' ان کا یہ خطاب مئی 2001ء کے میثاق میں شائع بھی ہو گیا تھا۔ انہوں نے روسی اور جرمن ماہرین ارضیات کی رپورٹوں کے حوالے سے بیان کیا تھا کہ صوبہ بلخ میں اتنا تیل ہے کہ افغانستان مستقبل میں سعودی عرب ہو گا۔ گیس اس قدر ہے کہ روس زمانۂ جنگ میں لاکھوں کیوبک میٹر یومیہ کے حساب سے وہاں سے گیس لے کر جاتا رہا۔ اس کے علاوہ وہاں پر لوہے اور کاپر کے ذخائر دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ ہیں۔ UNDP کی رپورٹ کے مطابق افغانستان میں ایک لاکھ ٹن سے زیادہ سونا موجود ہے۔ اس کے علاوہ وہاں انتہائی قیمتی جواہرات، انڈسٹریل اور سٹریٹجک دھاتوں اور دیگر معدنیات کے عظیم ترین ذخائر موجود ہیں۔ مزید برآں میٹھے پانی کے اتنے ذخیرے ہیں کہ ان کے ذریعے پورے افغانستان کو باغ و بہار بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ افغانستان پر قبضہ کرنے میں یہ فیکٹر بھی نہایت اہم ہے۔

گریٹر کشمیر: اس ضمن میں یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ امریکہ جیسی سپر پاور اپنے تمام آپشنز کو ایک ہی جگہ نہیں رکھا کرتی، متبادل آپشنز بھی ان کی نظر میں رہتے ہیں۔ چنانچہ افغانستان کے علاوہ ان کی نظریں کشمیر پر بھی رہی ہیں کہ مقبوضہ کشمیر، پاکستانی کشمیر اور ادھر سے گلگت، ہنزہ اور کچھ دوسرے علاقوں کو شامل کر کے ''گریٹر کشمیر'' بنایا جائے۔ یاد رہے کہ گلگت اور ہنزہ ایک زمانے میں سکھوں کی ریاست کشمیر میں شامل تھے۔ ''گریٹر کشمیر'' کے منصوبے کا مقصد بھی وسط ایشیا میں ایک ''اسرائیل'' کا قیام اور چائنا کا گھیراؤ ہے۔ مسز رابن رافیل امریکہ کی انڈر سیکرٹری آف ساؤتھ ایشیا ہوا کرتی تھی۔ (جس کا شوہر امریکی سفیر رابن رافیل ضیاء الحق صاحب کے ساتھ حادثے میں ہلاک ہوا تھا) اُس نے باقاعدہ طور پر یہ بیان دیا تھا کہ ہم بھارت سے اس کا کشمیر لیں گے، پاکستان سے اس کا کشمیر اور شمالی علاقہ جات لیں گے اور پاکستان نے تبت کا جو علاقہ کبھی چین کو دے دیا تھا وہ بھی واپس لیں گے اور ان سب کو ملا کر ایک ''گریٹر کشمیر'' قائم کریں گے۔ وہ تو بھارت اُس وقت تک امریکہ کے پھندے میں پھنسا نہیں تھا اور اُس کے وزیر دفاع نے قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران کہہ دیا تھا کہ کشمیر کے بارے میں امریکہ کی اپنی نیت خراب ہو چکی ہے، لہٰذا بھارت نے اس معاملے میں کوئی لچک نہیں دکھائی۔ اب تو ظاہر بات ہے کہ بھارت بھی اس کی جھولی میں ہے، لہٰذا امریکہ اسے اس منصوبے پر قائل کر سکتا ہے۔

ایک اور اسکیم بھی سامنے آئی ہے کہ شمالی علاقہ جات میں ایک اسماعیلی ریاست قائم ہو جائے۔ پاکستان آرمی کے ایک حاضر سروس میجر جو آج کل شمالی علاقہ جات کے اندر ہی کام کر رہے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ وہاں اس کا شدید اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔ اسماعیلی وہاں بہت متحرک ہیں اور آغا خان ایک عرصے سے وہاں بہت زیادہ پیسہ لگا رہے ہیں۔ اس وجہ سے اس کا امکان موجود ہے کہ وہاں ایک گریٹر اسماعیلی ریاست قائم ہو جائے۔ بہرحال یہ ان کے آپشنز ہیں۔ (جاری ہے)

❁❁❁

تحریک نظام مصطفیٰ اور MMA کی صوبائی حکومت کا جو نتیجہ نکلا اس کو دیکھتے ہوئے عوام کا مذہبی سیاسی جماعتوں پر سے اعتماد اُٹھ گیا ہے: ایوب بیگ مرزا

کئی مذہبی سیاستی جماعتیں خود انہی برائیوں میں ملوث ہوگئیں جن کے خاتمے کا نعرہ لے کر وہ اُٹھی تھیں: خورشید انجم

بعض پس پردہ طاقتیں ایسی ہیں جو اسلام کو نافذ نہیں ہونے دیتیں جبکہ دوسری طرف ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں کا سیاسی اور اخلاقی کردار بھی ایسا ہے کہ لوگ ان پر اب اعتماد نہیں کرتے: رضاء الحق

سیاسی جماعتوں میں غیر اسلامی و غیر اخلاقی رجحانات کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: ہماری سیاست میں وہ کون سی ایسی چیزیں آ گئی ہیں جو شرعاً اور اخلاقاً درست نہیں ہیں؟

خورشید انجم: ہمارے ہاں اس وقت دو قسم کی سیاسی جماعتیں ہیں۔ ایک سیکولر اور دوسری مذہبی و دینی جماعتیں۔ سیکولر جماعتوں کے لوگ کھلے عام سیکولر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسلامی جماعتوں پر طنز کرتے ہیں اور ان کو غلط کہتے ہیں۔ آپ نے اس طرح کے الفاظ سنے ہوں گے کہ اسلام کا کارڈ استعمال نہیں کرنا چاہیے، مذہب کا سیاست سے کیا تعلق ہے وغیرہ۔ بہرحال وہ مسلمان ہیں لیکن ان کی سوچ یہ ہے کہ مذہب ایک علیحدہ چیز ہے اور سیاست علیحدہ ہے۔ دوسری وہ جماعتیں ہیں جو سیاست کو دین کا حصہ سمجھتی ہیں اور مذہبی و دینی بنیادوں پر سیاست کی قائل ہیں۔ سیکولر جماعتیں اگرچہ مذہبی نہیں ہیں لیکن پھر بھی انہیں تہذیب اور اخلاق کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ مسلمان بھی ہیں اور ویسے بھی انسان ہونے کے ناطے اخلاقی اقدار و روایات اور قومی کردار کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ لیکن جو دینی اور مذہبی جماعتیں ہیں ان کو ”جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے“ کے مصداق ان چیزوں کا بطور خاص خیال رکھنا چاہیے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ﴾ (الحجرات: 11)

”اے اہل ایمان! تم میں سے کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔“

یعنی ایک جماعت دوسروں کا تمسخر و استہزا نہ کرے، طنز نہ کرے، مذاق نہ اڑائے وغیرہ یہ ساری چیزیں اس میں آجاتی ہیں۔ یہ ساری چیزیں غیر اخلاقی ہیں لیکن ہمارے ہاں کے لیڈر ان برائیوں میں ملوث ہو رہے ہیں۔ اگر لیڈر نے کسی پر بہتان لگایا تو عام کارکن کے لیے اس طرح کی برائی میں ملوث ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ برائیاں ہماری سیکولر جماعتوں میں تو بہت زیادہ ہیں لیکن ہماری مذہبی

مرتب: محمد رفیق چودھری

سیاسی جماعتوں کے اندر بھی یہ چیز پائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ کچھ دوسری خرافات ہیں، مثال کے طور پر موسیقی اور رقص وغیرہ، ان کا بھی بے محابا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ بدقسمتی سے اب یہ چیزیں مذہبی سیاستی جماعتوں میں بھی آنا شروع ہو چکی ہیں۔ حالانکہ مذہبی جماعتیں ایک منشور لے کر آئی ہیں۔ وہ تو حضور ﷺ کے ساتھ ایک رشتہ جوڑ رہی ہیں اور آپ ﷺ کے نام کو لے کر آگے آ رہی ہیں۔ اس کے بعد مخلوط محافل کا رجحان بھی مذہبی سیاسی جماعتوں میں پیدا ہو گیا۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں اس کی شدید ممانعت ہے۔ ان ساری چیزوں نے سیاست کے جوہر کو گندا کر دیا ہے۔ اس وقت شاید ہمارا مسئلہ تہذیب اور اخلاق رہا ہی نہیں ہے، اس کا تو جنازہ نکل گیا ہے۔ اس کے جو اثرات ہماری اگلی نسلوں پر پڑیں گے اس کے بارے میں سوچ کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔ اس معاملے میں مذہبی جماعتوں کو بطور خاص احتیاط کرنی چاہیے۔ کیونکہ عام یا سیکولر شخص کے مقابلے میں اگر کوئی دیندار شخص یہ کام کر رہا ہے تو اس کو خاص طور پر مطعون کیا جائے گا کہ تم تو دین کا نام لے رہے ہو۔ تم نماز پڑھ رہے ہو، تم نے داڑھی رکھی ہوئی ہے اور پھر یہ کام کر رہے ہو۔ یعنی ان کا دین سے ایک تعلق اور ایک نسبت بن جاتی ہے جس کے بعد ان کو دینی اقدار کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر دیکھا جائے تو مذہبی جماعتیں منکرات کے خاتمے کا منشور لے کر اُٹھی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے بڑوں نے اس حوالے سے بہت اہتمام کیا اور اپنے کارکنوں کی تربیت بھی کی ہے۔ لیکن اب یہ سوچ پیدا ہو رہی ہے کہ اگر ہم نے مروجہ سیاست کی چیزیں اختیار نہ کیں تو شاید ہم سیاست کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مذہبی سیاستی جماعتیں خود انہی برائیوں میں ملوث ہو گئیں جن کے خاتمے کا نعرہ لے کر وہ اُٹھی تھیں۔

سوال: دینی سیاسی جماعتوں میں غیر محتاط زبان کا استعمال بہت بڑا element بن چکا ہے جس کو الیکٹرانک اور سوشل میڈیا برانگیختہ کرتا ہے اور پھر تجزیہ نگار اس میں مزید چیزیں شامل کرتے ہیں۔ یعنی جھوٹے الزامات کی بھرمار کی جاتی ہے۔ دینی سیاسی جماعتیں غیر اخلاقی زبان کے استعمال سے گریز کیوں نہیں کرتیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں محترم خورشید انجم صاحب کی بات میں اضافہ کروں گا کہ ہمارے ملک میں اب دو قسم کی نہیں بلکہ تین قسم کی سیاسی جماعتیں ہیں۔ ایک مذہبی، دوسری اسلام پسند جماعتیں اور تیسری سیکولر جماعتیں۔ مرکزی سطح پر پیپلز پارٹی اور اے این پی کے علاوہ کوئی سیکولر جماعت نہیں ہے۔ جبکہ مسلم لیگ ن اور تحریک انصاف وغیرہ مذہبی

نہیں ہیں لیکن اسلام پسند جماعتیں ہیں۔ ان کے لیڈران یہ دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ اگر ہم اقتدار میں آئیں گے تو اسلامی نظام لائیں گے۔ اسی طرح افراد کی سطح پر ملحدین بھی ہیں لیکن ابھی تک ان کی کوئی جماعت باقاعدہ سامنے نہیں آئی۔ یہ تاثر بھی غلط ہے کہ ہمارے ہاں جلسوں میں غیر محتاط یا غیر مہذب زبان کا استعمال پچھلے کوئی پانچ دس سالوں کا معاملہ ہے بلکہ یہ بھی نصف صدی کا قصہ ہے۔ اس سے پہلے تقریر بڑی شائستگی سے ہوتی تھی۔ نوابزادہ نصراللہ بہت شائستگی سے تقریر کرتے تھے، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صرف مذہبی لیڈر نہیں تھے بلکہ میں انہیں سیاسی لیڈر بھی سمجھتا ہوں، وہ بہت بڑے مقرر تھے لیکن بہت اچھی گفتگو کرتے تھے۔ مولانا مودودیؒ سے زیادہ اچھی تقریر کرنے والا شاید ہی برصغیر میں کوئی لیڈر ہو۔ ان کے مقابلے میں شورش کاشمیری سخت زبان استعمال کرتے تھے لیکن غیر شائستگی نہیں تھی۔ غیر شائستگی اور گالیوں کا سلسلہ 1970ء کے بعد شروع ہوا۔ مثال کے طور پر قذافی سٹیڈیم میں ذوالفقار علی بھٹو کا جلسہ تھا۔ وہاں بھٹو نے انتہائی غلیظ، بدترین انداز میں گالی دی لیکن ساتھ کہا کہ اس (گالی) کو حذف کر دو۔ یعنی یہ صورت حال پرانی ہے، نئی نہیں ہے۔ البتہ اب نئے نئے انداز آ گئے ہیں اور نئی چیزیں آ گئی ہیں۔ اب موسیقی، رقص اور مخلوط محافل سیاسی جماعتوں اور جلسوں کا حصہ بن چکی ہیں اور بدقسمتی سے اس میں تمام سیاسی جماعتیں ملوث ہو چکی ہیں۔ یہاں تک کہ 14 اگست 2022ء کو حکومتی تقریب میں نوجوان لڑکیوں کا رقص ہوا اور مذہبی اور غیر مذہبی سیاسی جماعتوں کے عہدیدار بیٹھ کر دیکھتے رہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا، خاص طور پر مذہبی سیاسی لیڈروں کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ جب لیڈر یہ سب کچھ کریں گے تو اس کے اثرات عوام میں بھی پھیلیں گے۔ حال ہی میں ایک مذہبی لیڈر نے ایک سیاسی جلسے میں اس قدر غیر شائستہ باتیں کیں کہ انہیں یہاں دہرایا نہیں جا سکتا۔ معاشرتی اقدار و روایات کے لحاظ سے ایسی باتیں غیر مذہبی سیاسی جماعتوں میں بھی نہیں ہونی چاہئیں تھیں کجا یہ کہ مذہبی سیاسی لیڈر بھی اس طرح کا غیر اخلاقی طرزِ عمل اختیار کرلیں۔ ہمارا دین ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا۔ کسی بھی مسلمان کو دوسرے مسلمان کا غلط نام نہیں رکھنا چاہیے، اس کا استہزاء نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن یہ مرض بھی ہماری سیاست میں پرانا ہو چکا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو ائیر مارشل اصغر خان کو آلو کہا کرتے تھے، پھر جب نور خان آئے تو انہیں آلو نمبر 2 کہا۔ پھر ممتاز دولتانہ کو چوہا کہا۔ پھر آگے آ جایئے تو ایک بڑی سیاسی جماعت نے مخالف جماعت کی ایک لیڈر خاتون کی جعلی اور نازیبا فوٹوز ہیلی کاپٹر کے ذریعے گرائیں۔ حالانکہ مغرب کی سیاست میں بھی ایسی غیر اخلاقی حرکات نہیں ہوتیں۔

خورشید انجم: یہ برائیاں گناہ تو ہیں ہی لیکن اس سے ہٹ کر ہماری معاشرتی اقدار و روایات کے بھی خلاف ہیں۔ اس لیے ہمارے سیاسی لیڈرز کو کم از کم تہذیب و اخلاق کا ہی پاس رکھ لینا چاہیے۔

> جب صرف اقتدار کا حصول ہی مذہبی سیاسی جماعتوں کی منزل طے پائی تو پھر روایتی سیاست کے گندے جوہڑ میں ان کو گرنا پڑا اور اس کا مذہبی سیاسی جماعتوں کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔

سوال: مذہبی سیاسی جماعتوں میں مغربی افکار و نظریات کسی نہ کسی طرح در آئے ہیں تبھی ان کے جلسوں اور انتخابی مہمات میں اسلام کی بنیادی چیزیں نظر نہیں آتیں۔ اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟

رضاء الحق: مذہبی سیاسی جماعتوں اور مسلمان معاشرے میں مغربی افکار و نظریات کو پذیرائی ملنے کا پورا ایک پس منظر ہے۔ برازیلین مصنف کی ایک بڑی مشہور کتاب ہے: "Pedagogy of the oppressed" پیڈاگاجی تعلیم و تعلم کے ایک پورے نظام کو کہا جاتا ہے اور oppressed کا مطلب ہے: مغلوب۔ یعنی مغلوب قوموں کی تعلیم و تعلم کا نظام۔ ہوتا یہ ہے کہ مغلوب قومیں ہمیشہ غالب قوموں کے افکار، نظریات، اخلاقی معیارات اور ان کی عمرانی فکر کو اپنے اوپر مسلط کر لیتی ہیں یا کم از کم ان سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں۔ اس پورے معاملے کو دیکھیں تو پس منظر میں دو لہریں ساتھ ساتھ آتی نظر آتی ہیں۔ دونوں کا آپس میں تعلق بھی ہے۔ ایک طرف مغربی تہذیب کا بڑھنا اور اس کا رائج ہونا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں میں افکار و نظریات اور عمل کے حوالے سے زوال۔ یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ یورپ میں احیائے علوم اور اصلاح کی تحریکیں شروع ہوئیں جس کے نتیجے میں وہاں فلسفہ بڑھنا شروع ہوا اور لبرل ازم، سیکولرازم اور مادیت پرستی کا فلسفہ جڑ پکڑ گیا۔ اسی کی اگلی شاخوں میں بینک آف انگلینڈ، چرچ آف انگلینڈ بھی قائم ہوگیا اور پروٹسٹنٹ عیسائیت نے زور پکڑنا شروع کر دیا۔ پھر انقلاب فرانس بھی آیا، صنعتی انقلاب بھی آیا۔ یعنی جمہوریت بھی آ گئی اور سامراجی نظام اور کیپٹلزم نے بھی اپنی جگہ بنالی۔ پھر پچھلی صدی کے آغاز سے وہاں فیمینزم کی تحریکیں اور مابعد جدیدیت کی سوچ پھیلتی گئی۔ ان سب چیزوں کے بنیادی طور پر تین نتائج سامنے آئے:

1۔ اللہ کے مقابلے میں کائنات کے اوپر توجہ دینی شروع کر دی گئی۔ یہ ان کا پورا فلسفہ اور نظریہ ہے۔

2۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی گئی۔

3۔ روح کے مقابلے میں جسم کو ترجیح دی گئی۔

کالونیل دور میں چونکہ مسلمان مغلوب تھے لہٰذا یہ چیزیں مسلمان معاشرے میں بھی جڑیں پکڑ گئیں۔ یہاں تک کہ خلافت عثمانیہ میں 1839ء تک اسلام کے عدالتی نظام کو ختم کر دیا گیا۔ پھر انہوں نے سودی قرضے لیے اور زوال میں ڈوبتے چلے گئے۔ پھر وہاں کے حکمرانوں کو یورپی عورتوں نے اس طرح قابو میں کیا کہ آخر کار 1924ء میں 40 قومی ریاستیں وجود میں آ گئیں۔ اس کے بعد مغرب کے روشن خیالی کے تصور نے عام مسلمانوں کے علاوہ علماء کو بھی متاثر کیا۔ اب تک بہت ساری مذہبی جماعتیں بھی ان افکار و نظریات اور طریقہ کار سے متاثر ہو چکی ہیں۔ چنانچہ جب آپ انتخابی سیاست میں حصہ لیتے ہیں تو پھر آپ کو ان چیزوں سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ نتیجہ حاصل کرنے کے لیے الیکشن میں آتے ہیں تو پھر End justifies the means کے مصداق آپ کی اخلاقی اقدار بھی خراب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج بڑے بڑے روایتی مذہبی گھرانوں اور علماء کرام کی اگلی نسلیں مدرسہ ڈسکورسز کے نام سے بہت سارے ایسے معاملات میں شامل ہو چکی ہیں۔ بہرحال جب ایک مغلوب قوم کی مذہبی سیاسی جماعتیں انتخابی سیاست میں آتی ہیں تو وہ باطل نظام کے خلاف احتجاج

کرنے کی بجائے اُس سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں اور ان خرابیوں میں پڑ جاتی ہیں جو باطل نظام کا حصہ ہوتی ہیں۔

سوال: پہلے دینی سیاسی جماعتیں اسلامی نظام کو قائم کرنا اپنا ہدف بتاتی تھیں لیکن اب شاید وہ ہدف بالکل کھلے انداز میں بیان نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ مذہبی جماعتوں کی بات کرتے ہیں، آج سے پچاس سال پہلے تو کوئی سیکولر جماعت بھی اپنا انتخابی منشور اسلام کے بغیر نہیں بتاتی تھی۔ آپ اندازہ کیجیے کہ شیخ مجیب الرحمن جیسا کٹر سیکولر آدمی جو علیحدگی پر تلا ہوا تھا اور جو اس بات کے بھی خلاف تھا کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے وہ 1970ء کے الیکشن میں اپنے منشور میں کہتا ہے کہ یہاں ہر قسم کی قانون سازی قرآن وحدیث کے مطابق ہوگی۔ پھر ذوالفقار علی بھٹو جیسا سیکولر آدمی اپنے تین نعرے بتاتا ہے:

1۔ اسلام ہمارا دین ہے۔

2۔ سیاست ہماری جمہوریت ہے۔

3۔ معیشت ہماری سوشلزم ہے۔

یعنی بھٹو نے بھی اسلام کو پہلے نمبر رکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص اسلام کے بغیر بات کرے گا تو اس کی بات بھی نہیں سنی جائے گی۔ چاہے ووٹ کسی کو دیں لیکن یہ انتہائی ناپسندیدہ معاملہ تھا کہ کوئی سیکولر جماعت بھی اسلام کا نام نہ لے۔ باقی دینی سیاسی جماعتیں تو اسلام پہ صدقہ واری جا رہی تھیں۔ لال قلعہ پر اسلام کا جھنڈا لہرانا ان کا نعرہ اور دعویٰ تھا۔ لیکن پچھلی آدھ صدی میں یہ بہت فرق واقع ہوا ہے۔ اب تو حال یہ ہے کہ ایک دینی جماعت کی طرف سے یہاں تک کہا گیا کہ اسلام تو مدرسوں میں ہے اور ہم اقتدار کی سیاست کریں گے۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو آج تمام مذہبی اور سیکولر سیاستی جماعتیں حتیٰ کہ خود پاکستان بھی فنکشنلی سیکولر ہے۔ آج سب سیاسی جماعتیں سیکولر ایجنڈے پر چل رہی ہیں کیونکہ اس کے بغیر وہ چل ہی نہیں سکتیں۔ چاہے آپ کتاب کو اپنا انتخابی نشان بنا لیں، یہ الگ بات ہے کہ عملی طور پر کتاب کا نام ونشان تک نہ ہو۔ عملاً ہم سیکولر ہو چکے ہیں۔ البتہ مذہبی غیر سیاسی جماعتوں کا معاملہ الگ ہے۔ عجب بات ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر اور بھارت سیکولرازم کے نام پر قائم ہوا تھا، یعنی تقسیم ہند اس بنیاد پر ہوئی تھی لیکن آج بھارت ایک کٹر مذہبی ریاست ہے جبکہ پاکستان سیکولر ریاست ہے۔ تسلیم نہ کریں تو یہ بات الگ ہے۔ محض نعروں کے لیے اسلام کی چند چیزیں رکھی ہوئی ہیں جبکہ عمل میں اسلام دور دور تک نہیں ہے۔

خورشید انجم: مذہبی سیاسی جماعتوں کے اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کو وہ دعوت نہیں دی جا رہی جس سے لوگوں کی اسلام کے حوالے سے ذہنیت بدلے۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اسلامی نظام آئے گا تو شرعی سزائیں دی جائیں گی۔ حالانکہ یقیناً یہ سزائیں بھی ہیں لیکن اس سے پہلے اسلام ایک فلاحی ریاست کا تصور دیتا ہے جس میں عوام کو تمام تر حقوق میسر ہوں، اس کے بعد جو جرم کرے گا تو اس کو سزا ملے گی۔ سیکولر سیاسی پارٹیوں نے اس حوالے سے بعض ایسے نعرے دیے جو عوام میں بہت مقبول ہوئے۔ جیسا کہ ''روٹی، کپڑا، مکان''۔ اس لیے کہ یہ چیزیں ہر انسان کی ضرورت ہیں۔ چنانچہ پھر دینی جماعتوں نے بھی یہی سوچا کہ لوگوں کے مسائل کی طرف توجہ دی جائے۔ چنانچہ اب آٹے کے بحران، مہنگائی، بجلی، پانی، گیس پر تو بات ہوتی ہے جبکہ اسلامی نظام کا نعرہ کچھ پس منظر میں چلا گیا ہے۔ اگرچہ انفرادی سطح پر اسلام کے لیے بھی کوششیں ہو رہی ہیں۔ گزشتہ دنوں اسمبلی میں مولانا عبدالاکبر چترالی نے ایک بل پیش کیا ہے۔ پہلے ٹرانس جینڈر قانون کے خلاف سینیٹر مشتاق احمد نے کوشش کی ہے۔ یعنی دستوری وقانونی لیول پر کام ہو رہا ہے لیکن اسلامی نظام کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کیا ہے؟ اس حوالے سے صحیح ذہن سازی مذہبی سیاسی جماعتوں کی طرف سے نہیں ہو رہی۔

ایوب بیگ مرزا: عوام کا مذہبی سیاسی جماعتوں پر اعتبار اس لیے بھی کم ہو گیا ہے کہ جب نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک چلی تو اس میں عوام نے اپنی جان و مال کی قربانیاں دیں لیکن تحریک ختم ہوتے ہی مذہبی سیاسی جماعتیں اسلامی نظام کو بھول گئیں اور ایک ڈکٹیٹر کی حکومت میں شامل ہو گئیں۔ پھر کے پی کے میں ایم ایم اے کو ساڑھے چار سال حکومت ملی تو وہاں بھی انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ آخری دنوں میں حسبہ بل لے کر آئے تو اس کا بھی سر پیر نہیں تھا۔ اس سے لوگوں نے یہی سمجھا کہ ان جماعتوں کا مقصد صرف کرسی واقتدار ہے۔ اس کے بعد اب ان جماعتوں میں غیر اخلاقی گفتگو، مخلوط محافل وغیرہ نے ان کی مقبولیت میں مزید کمی کر دی ہے۔

سوال: اس وقت پوری دنیا میں سیکولرازم کا غلاف چڑھ چکا ہے اور گہرا ہوتا جا رہا ہے۔ کیا سیکولرازم کے زیادہ اثرات کی وجہ سے دینی جماعتوں نے اسلامی حوالے سے پسپائی تو اختیار نہیں کی؟

رضاء الحق: سیکولرازم کی سادہ تعریف یہ ہے کہ ریاستی امور چلانے میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا اور اس وقت پاکستان سمیت پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ البتہ دنیا کے کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں بظاہر ایک مذہبی ریاست نظر آتی ہے، جن میں بھارت بھی شامل ہے، اسی طرح اسرائیل میں صہیونیوں کی ریاست ہے۔ امریکہ میں بھی عیسائیوں کا بہت بڑا ووٹ بنک موجود ہے۔ یورپ میں بھی دائیں بازو کی جماعتیں موجود ہے۔ اس پورے معاملے میں تین بنیادی باتیں بہت اہم ہیں۔ ایک عیسائیت نے بطور مذہب شریعت اور ریاست دونوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ کر دیا اور کمپرومائز کر لیا۔ ہندوازم میں سیکولر مخالف چیزیں ہیں ہی نہیں بلکہ ہندو تہذیب کی بہت ساری چیزیں سیکولرازم والی ہیں۔ مثلاً ناچ گانا، شراب، مخلوط محافل وغیرہ۔ یہودی ایک خاص چیز پر فوکس کیے ہوئے ہیں جو ان کے ایک بڑے مقصد کا حصول ہے۔ اس وقت اسرائیل میں نیتن یاہو کی حکومت انتہائی دائیں بازو کی حکومت ہے لیکن ان کا ایک وزیر اور سپیکر ہم جنس پرست ہیں۔ اگرچہ یہ ان کی شریعت کے خلاف ہے مگر ان کے نزدیک کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس وقت اپنے بڑے مقصد کو حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں مذہبی سیاسی جماعتوں کواہ لیکشن میں عوام ووٹ نہیں دیتے اس کی بنیادی وجوہات دو ہیں۔ ایک رینڈ کارپوریشن کی 2004ء کی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ سیاسی اسلام کو ہم نے کسی صورت میں آگے بڑھنے نہیں دینا اور ماڈرنسٹ اسلام کو ہم نے آگے لے کر بڑھنا ہے۔ یعنی اسلام نہ آنے میں کچھ پس پردہ طاقتیں بھی ملوث ہیں جو اسلام کو نافذ نہیں ہونے دیتیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں کا سیاسی اور اخلاقی کردار بھی ایسا ہے کہ لوگ ان پر اب اعتماد نہیں کرتے۔ بالخصوص اسلامی فلاحی ریاست کے حوالے سے عوام کو ہماری مذہبی

سیاسی جماعتوں سے کوئی توقع ہی نہیں کہ اگر یہ اقتدار میں آئیں گے تو واقعی کوئی تبدیلی لے کر آ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ جہاں جہاں انہیں موقع ملا تو وہ کوئی کارکردگی نہیں دکھا سکے۔ ہماری ایک مذہبی سیاسی جماعت نے کراچی میں ویمن ایمپاورمنٹ کے نام پر پروگرام شروع کیا۔ اس میں جن کو برینڈ ایمبیسڈر بنایا گیا ان میں ایک ٹی وی چینلز پر مارننگ شوز کرنے والی خاتون اور دوسرے کٹر سیکولر لوگ ہیں۔ اس سے عوام کو کیا پیغام جا رہا ہے؟ تو پھر لوگ کیوں ووٹ دیں؟

سوال: دینی سیاسی جماعتوں کو فرقہ وارانہ تعصبات کی وجہ سے کیا نقصان ہو رہا ہے؟

خورشید انجم: یقیناً! فرقہ وارانہ تعصبات کی وجہ سے بھی مذہبی سیاسی جماعتوں کو نقصان ہو رہا ہے۔ اگر کسی جگہ مذہبی سیاسی جماعتوں کے چار اُمیدوار کھڑے ہیں تو عوام کس کے اسلام کو ووٹ دیں گے جب ہر ایک دوسرے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے گا؟ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ ایک الیکشن سے پہلے کچھ لوگوں نے پرانے فتویٰ نکالے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اب الیکشن آ رہا ہے تو اس کی ہمیں ضرورت پڑے گی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مذہبی سیاسی جماعتوں کا ووٹ تقسیم ہو جاتا ہے اور سیکولر جماعتیں آگے نکل جاتی ہیں۔

سوال: کیا مذہبی سیاسی جماعت کو اپنے کارکنوں کی ایسی تربیت نہیں کرنی چاہیے جس میں دین کو ترجیح اول ہو؟

خورشید انجم: دو راستے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ہم نے سیدھے راستے پر چلنا ہے چاہے ہم کامیاب ہوتے ہیں چاہے ناکام ہوتے ہیں، چاہے ہمیں سیٹ ملتی ہے یا نہیں ملتی اور ماضی میں اس راستے کو اختیار کیا گیا۔ کتنے ہی الیکشن آئے خاص طور پر قیام پاکستان کے فوری بعد جس میں سیٹوں کے اعتبار سے کچھ نہیں حاصل ہوا۔ لیکن طے یہ تھا کہ ہم نے اپنی ایک پہچان رکھنی ہے جس کو ہم ضائع نہیں کریں گے۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ چیز نظریہ ضرورت کے تحت ختم ہوتی چلی گئی۔ پھر ان جماعتوں میں یہ فکر پروان چڑھی کہ دعوتی نقطہ نظر سے ہمیں الیکشن میں حصہ لینے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ دعوت کے لیے مدارس اور دوسرے ذرائع موجود ہیں لہٰذا سیاست ہم صرف اقتدار کے لیے کریں گے۔ پھر جب آپ الیکشن میں آئیں گے تو آپ کو الیکشن کے رولز اور نارمز لازماً اختیار کرنا پڑیں گے۔ پھر ان لوگوں نے یہ خود کہا ہے کہ اگر ہم نے سیاست کرنی ہے، الیکشن میں آنا ہے تو ہمیں الیکشن کے نارمز اختیار کرنے پڑیں گے اور پھر کیے گئے ہیں۔ یہاں تک بھی کہا گیا کہ سیاست میں جن لوگوں کے پاس پیسے تھے وہ اوپر آ گئے، ہمارے پاس پیسے کم تھے ہم اوپر نہیں آ سکے تو ہم نے بھی پیسے والوں کو اوپر لانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اب نیا ٹرینڈ شروع ہوا ہے کہ مذہبی سیاسی جماعتوں کے اُمیدواروں میں بھی الیکٹیبلز آنا شروع ہو گئے ہیں اور الیکٹیبلز کی بنیاد پر کسی تبدیلی کی توقع رکھنا احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے۔ وہ تو گرگٹ کی طرح ہیں، آج ادھر کل ادھر۔ اس حوالے سے مذہبی سیاسی جماعتوں کے ساتھ بھی یہ ہوا ہے۔ جب اقتدار کا حصول منزل طے پائی تو پھر اسی جوہڑ میں گرنا پڑا اور اس کا مذہبی سیاسی جماعتوں کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

شعبہ خط وکتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد و قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کے مرتب کردہ **”مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب“** پر مبنی ”قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس“ سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط وکتابت کروایا جا رہا ہے)
شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمدللہ! اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط وکتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، 36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-(92-42)35869501
E-mail:distancelearning@tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

”قرآن اکیڈمی یاسین آباد، کراچی“ (حلقہ کراچی وسطی) میں
11 تا 17 فروری 2023ء (بروز ہفتہ نمازِ عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

17 تا 19 فروری 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عشاء تا بروز اتوار نمازِ عصر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔ موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0335-1241090 / 021-34816581

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

عالمی ایجنڈے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

سیاسی گھڑمس نے سانپ سیڑھی والا کھیل شروع کر رکھا ہے۔ سوشل میڈیا، چیختی چلاتی جوڑ توڑ کی شہ سرخیاں اس تواتر سے دماغ ماؤف کر دینے کا سماں پیدا کرتی ہیں، کہ طبیعت پر اکتاہٹ طاری ہونے لگتی ہے۔ معیشت کی رفوگری کے لیے بھی آئے دن نئے نسخے آزمائے جانے کی خبر گرم رہتی ہے۔ اب یہ کہ 'معیشت بحالی کے لیے 4000 ارب ٹیکس لگانے ناگزیر ہیں۔ تو لگائیں ٹیکس اور اوپر کی سطح سے بالائی اتاریں۔ عوام کو تو پانی ملی لسی والی معیشت پر ٹرخایا جا رہا ہے۔ ان شادیوں پر جہاں کروڑوں کا خرچ ہے، ہاؤسنگ سوسائٹیز کے باسیوں پر طرز زندگی کی مناسبت سے ٹیکس لگیں۔ بڑے شاپنگ مالز پر جہاں شاپنگ پر روانہ لاکھوں اڑائے جا رہے ہوتے ہیں۔ بجائے عوام الناس کے لیے ویگن، بس تک کا سفر ممنوعات میں ہو جائے۔ پیدل چلیں یا پیڈل چلائیں سائیکل کے۔ بچے اسکولوں سے اٹھالیں؟ لالٹین جلائیں، کوئلے لکڑی جلائیں بجلی گیس کی جگہ۔ یوں تو مل کر کڑھنے جلنے سے بھی تپش پیدا ہوتی ہی ہوگی، سو خون جلائیے اپنا! اب تو ادویہ بھی پہنچ سے باہر ہیں۔

سو عوام کو صبر کے نتیجے میں جنت مکانی کرنے کے لیے حکومت سبھی اسباب فراواں کر رہی ہے۔ قوم پیسے پیسے کو ترس رہی ہے اور پی آئی اے انتظامیہ کی خوش باشی دیکھیے۔ طیاروں کی کلر اسکیم (رنگ و روغن) اور دم کا ڈیزائن تبدیل کرنے کی سفارش کی ہے۔ اگرچہ یہ ٹیڑھی دم رنگ تبدیل کرنے سے زیادہ سیدھی کرنے کی ضرورت ہے۔ قوم معاشی بحران سے ہلکان ہے اور یہ رنگ روغن کے اللوں تللوں کے چکر میں ہیں! پی آئی اے سفید ہاتھی ہے، اسے ایسے ہی رہنے دیجیے!

ہماری کس مپرسی دیکھ کر امریکا نے ہمیں از سرِ نو پارٹنر شپ کے لیے پچکارا ہے کہ 'ہم پاکستان کو بہتر معاشی پوزیشن پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ بھرپور معاونت کریں گے'! پہلے فرنٹ لائن اتحادی بن کر ہم آج اس حال کو پہنچے بیٹھے ہیں۔ قومی خودمختاری بیچ کر جو ڈالر کمائے تھے، اسی کا بھگتان چکا رہے ہیں۔ اب نئی معاونت کے عوض کیا بیچیں گے مزید؟ عوام سیاسی ہنگاموں سے نکل کر دیکھیں کہ ملک کو کن دوستیوں، معاہدوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے؟ اصل ابتلاء تو عوام بھگتتے ہیں۔ بڑے، ڈالر اور مراعات سمیٹتے ہیں، جیسا اتنے سال ہوتا رہا ہے۔ کھوکھلے پاکستان کی سڑکوں پر دوڑتی چمکتی دمکتی گاڑیوں کی ریل پیل اور پلازے ملاحظہ ہوں۔ سرکاری زمینوں پر شاندار بڑھتی پھیلتی ہاؤسنگ سوسائٹیاں دیکھیے تو ڈالروں کی کھپت کے مقام دیکھے جا سکتے ہیں! عوام الناس کے لیے تو مکانوں کے کرائے ایسے ہوش ربا بنا دیے گئے کہ خیمہ بستیوں کی ضرورت نہ کہیں بڑے شہروں کو پیش آنے لگے۔

یورپ ایک مرتبہ پھر اپنے بدمعاش نسل پرست (ڈنمارک سویڈن شہریت کے حامل) سیاست دان راسموس پلاڈن کی بدباطنی پر مسلم دنیا کے آگے جوابدہ ہے۔ سویڈن میں اس نے ایک مرتبہ پھر قرآن جلانے کی گستاخانہ جسارت کی ہے۔ 2019ء میں برلن میں اسی کوشش پر اس کا جرمنی میں داخلہ بند کیا گیا۔ 2020ء میں ڈنمارک میں سوشل میڈیا پر مسلم مخالف وڈیوز پوسٹ کرنے پر اسے نسل پرستی کا مجرم قرار دیا گیا۔ 2020ء میں ہی اس نے خنزیر میں (نعوذ باللہ) قرآن لپیٹ کر اسے آگ لگائی۔ یہ عمل کر گزرنے کے بعد سویڈن میں دو سال کے لیے اس کا داخلہ بند کر دیا گیا۔ یہ عیاری ہے کہ پہلے کھلی آنکھوں دیکھتے اس سراپا خبث انسان کو جو وہ چاہے کر گزرنے دیا جاتا ہے۔ بعدازاں ردعمل سے بچنے کے لیے اس پر پابندی لگا دی یا برا بھلا کہہ دیا۔ اور پھر چل سو چل۔ اس مرتبہ بھی پولیس کے تحفظ میں اس نے کتاب مقدس کو عین ترک سفارت خانے کے سامنے جلایا۔ بعدازاں سویڈن کے وزیر خارجہ اور وزیراعظم نے بھی مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے اسے اسلاموفوبیک، اشتعال انگیز اور نہایت افسوس ناک کہا۔ نیز یہ بھی کہ سویڈن میں آزادیٔ اظہار اگرچہ بہت اہم ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سویڈش حکومت یا ان اظہاریوں کے حق میں ہیں۔ یعنی جیسے یہ جملہ لکھ کر 'مدیر کا کالم نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں' اخبار، رسالہ بری الذمہ ہو جاتا ہے، اسی طرح اتنے ہولناک جرم کو وزیراعظم نے ناک پر بیٹھی مکھی کی طرح اُڑا دیا۔ اس پر سبھی اہم مسلم ممالک نے مذمتی بیان جاری کیے ہیں۔ (اپنے عوام کے ڈر سے!) پاکستان نے بھی اسے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے مذہبی احساسات پر حملہ قرار دیا ہے۔

دنیا بھر میں 20 سال کچھ اصطلاحات کی جگالی کی گئی اور بالخصوص مسلمانوں کو دیوار سے لگایا گیا۔ ڈائیلاگ، برداشت، بقائے باہمی، رواداری، پلورلزم پڑھائے، رٹے لگوائے گئے۔ ہمیں نفرت انگیزی، دہشت گردی، انتہاپسندی کا مجرم قرار دیا گیا ہے! مگر اب بس کردو بس بہت ہو چکی۔ ذرا اسرائیل اور بھارت کی نفرت انگیزی، نسل پرستی، انتہاپسندی، جارحانہ پرتشدد قوانین اور مسلم آبادی پر یلغار ملاحظہ ہو۔ بیس سال بعد سابق برطانوی سیکریٹری خارجہ کا اعتراف ہے کہ وہ گجرات کے مسلمانوں کی نسل کشی میں براہ راست مودی کے ملوث ہونے کی رپورٹ کر چکے تھے۔ بیس سال مغرب نے اس اژدھے کو دودھ پلا کر پالا ہے! راسموس پلاڈن کا اجڈ، گنوار، نفرت انگیز رویے کا تسلسل دیکھیے۔ انہی 20 سالوں میں بدترین شرمناک اسلاموفوبک اقعات پورے مغرب میں سامنے آتے رہے۔ جرمنی میں مسلم قبرستانوں میں قبروں کی بے حرمتی، کتبوں پر نازی نسل پرستی کی علامت 'سواستیکا' ثبت کیا جانا۔ انسانی حقوق کو روندنے میں (مسلمانوں کے مقدسات) توہین رسالت اور توہین قرآن جیسے جرائم ہی کیا کم ہیں۔ ان کے ہاں نہ مذہب ہے نہ مذہبی شعائر۔ رشتے ناطے، والدین، اساتذہ تک تو محترم نہیں۔ نبوت کا کیا تذکرہ' جب آنکھوں سامنے کے رشتے تقدس کھو بیٹھے......!!

مسلمانوں کو دنیا کے ان جھوٹے بد باطن، بد تہذیب لوگوں کے سامنے دبنے، جھکنے، گھگھیانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک ننھے سے مسلمان ملک (افغانستان) کے ہاتھوں منہ کی کھا کر انہیں اب بھی قرار نہیں آیا؟ راسموسس پلاڈن پر مسعود کمالی جو (معروف سوشیالوجسٹ) سویڈن میں سابقہ تفتیش کار خصوصی رہ چکا ہے، نے کہا: اس کا یہ عمل پورے یورپ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف ایک نسل پرستانہ اور سیاسی پیغام ہے کہ وہ جو جی میں آئیں کہہ گزریں، کر گزریں۔ ان جیسوں کو پوری حمایت حاصل ہوگی۔ دوسری طرف آزادیٔ اظہار اور حقوق انسانی کے پرچارکوں کو افغانستان کے حوالے سے دیوانگی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ طالبان حکومت دنیا بھر میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہی۔ آزادی اظہار ہی کرتی ہے جس پر دنیا تڑپ اٹھتی ہے! کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق، ہی کا معاملہ ہے۔ انسانی حقوق میں سے اولین حق اپنے عقائد و نظریات، مقدسات پر عملدرآمد کی آزادی اور ان پر قائم رہنا ہے۔

یو این کا وفد اس مرتبہ دو مسلم خواتین اور ایک مسلمان مرد پر مشتمل تھا۔ اگرچہ بوتل نئی اور آبِ زمزم کا لیبل لیے ہوئے تھی، مگر مشروب وہی پرانا تھا! طالبان سے خواتین کی تعلیم اور ملازمت کے حوالے سے اپنی شدید تشویش اور تحفظات کا اقوام متحدائی اظہار کیا گیا۔ کیا لطیفہ ہے کہ دنیا بھر کا سارا غم افغانستان کی وسائل سہولیات بنیادی ضروریات سے محروم آبادی، نوجوان بوڑھے بچے چھوڑ کر، عورت کو پارکوں، یونیورسٹیوں میں مخلوط ہوئے پھرنے پر مرکوز و محدود ہے!...... خلل ہے دماغ کا! انہیں رنج ہے کہ افغان عورتیں جب یو این خواتین سے ملوانے بھی لائی گئیں تو محرم مرد ہمراہ تھے! کتنا بڑا ظلم ہے کہ عورت کو یوں حفاظتی حصاروں میں رکھا جائے! مغربی عورت یا سر پھری سر چڑھی سیکولر مسلمان عورت، جس کا کوئی والی وارث، سر دھرا، پشت پناہ نہ ہو، وہ اس وفا شعار، باوقار، ذی احترام مسلم عورت کی شان کیا جانیں! ان کا کہنا ہے (سر پھری کابلی عورتوں کا) کہ افغانستان میں خواتین میں ڈپریشن اور خودکشی بڑھ گئی ہے۔ یہ مٹھی بھر چنڈال چوکڑی کے مسائل ہیں۔ اصلاً افغان عورت تو وہ ہے جس نے 20 سال صرف فاقہ کشی اور جنگ زدہ محصور زندگی ہی نہیں کاٹی، شوہروں، باپوں، اولادوں کی شہادتوں کا تسلسل صبر و استقامت سے جھیلا ہے۔ ڈپریشن اور خودکشی، عیش کوش بے ہدف زندگی کے نفسیاتی الجھاؤ ہیں۔ ورنہ افغان عورت کی مثال وہ شیر دل عورت ہے جو ڈرون حملے میں شہید ہونے والے شوہر کے جسم کے بکھرے ٹکڑے صبر و ضبط کے ساتھ ایک بالٹی میں اپنے کمسن بیٹے کے ساتھ اکٹھے کر رہی تھی۔ زیر لب قرآن اور دعائیں تھیں، جس مثال نے ایک گوری صحافی کو دنگ کر دیا اور اس نے یہ واقعہ ثبت کیا! اسے نہ ڈپریشن ہوا نہ اس نے خودکشی کی! ایسے مرد و زن نے مغربی فوجوں کو تابوتوں اور نفسیاتی مریضوں کے لشکروں میں بدل دیا! سو دنیا اپنی خیر منائے۔

ادھر پاکستان اپنی لڑکیوں، عورتوں کی فکر کرے۔ لاہور ڈی ایچ اے کے سکار ڈیل امریکن انٹرنیشنل نامی (مخلوط، مہنگا ترین) سکول میں جو منشیات میں ملوث لڑکیوں کی ایک لڑکی پر تشدد کی وڈیو سامنے آئی ہے، وہ شتر بے مہار آزادی، نئی اعلیٰ تعلیم کے زہریلے پھل چکھانے کو کافی ہے۔ یہ نجی سکولوں میں آزادی، اسلام بے زاری اور نفس پرستی کے ہولناک ماحول کا ایک عکس ہے۔ خبر لیجیے اپنے گھروں کی، افغان عورت کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت کس میں ہے! مسلم عورت کی تباہی کے عالمی ایجنڈے کے حصہ دار مت بنیے۔ ❁❁❁

دعائے مغفرت

إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ کراچی وسطی گلزار ہجری کے نقیب جناب عبید اللہ شریف کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-2288752

☆ میانوالی تنظیم کے مبتدی رفیق عرفان افضل صاحب کی والدہ وفات پا گئیں ہیں۔
برائے تعزیت: 0333-4165293

☆ حلقہ سرگودھا غربی کے مبتدی رفیق مرزا بشیر احمد کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-6041143

☆ حلقہ ملاکنڈ، بٹ خیلہ کے مبتدی رفیق خان زمان کے چچازاد بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0349-1525450

☆ حلقہ بہاول نگر، فورٹ عباس کے ملتزم رفیق محمد اشرف کے داماد اور سابقہ ناظم تربیت حلقہ بہاول نگر وقار اشرف کے بہنوئی وفات پا گئے۔
تعزیت محمد اشرف: 0302-3555369
تعزیت وقار اشرف: 0300-6988856

☆ حلقہ سرگودھا شرقی تنظیم کے نقیب اسرہ محمد ریاض مغل کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت 0300-6203974

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

پاکستانی سیاست کے دو اہم اَدوار ---- ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت ---- کے دوران بانی تنظیم اسلامی کے فکر انگیز اور بصیرت افروز سیاسی تجزیوں اور حالاتِ حاضرہ پر تبصروں کے انتخاب پر مشتمل کتاب

جُدا ہو دیں سیاست سے....!

۱۹۷۴ء تا ۱۹۸۴ء کے سیاسی تجزیے

از ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

سفید کاغذ | عمدہ طباعت | مضبوط جلد | صفحات: 296 | قیمت: 600 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
0301-111 53 48 maktaba.com.pk
Email:maktaba@tanzeem.org

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی شخصیت

مولانا زاہد الراشدی

پاکستان کی ایک عظیم دینی شخصیت جنہوں نے خلافت کا پرچم بلند کرنے، دینی اقدار کی ترویج اور اسلام کے غلبہ ونفاذ میں اپنی تمام توانیاں صرف کیں اور آخر وقت تک اسی مشن پر گامزن رہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہمارے ملک کی دینی تحریکات میں اور دینی شخصیات میں صفِ اول کی شخصیت ہیں اور مختلف حوالوں سے ان کی یاد بہت دیر تک ہمارے درمیان تازہ رہے گی۔ یہ شکوہ بجا بھی ہے اور ایک لحاظ سے بے جا بھی ہے کہ ہم آج کے میڈیا سے یہ توقع کر رہے ہیں کہ وہ اپنی روش بدلے گا اور وہ دینی، تحریکی اور نظریاتی وفکری شخصیات کو اپنے ہاں کوئی جگہ دے گا۔ ہمارے میڈیا کا ایجنڈا ہی کچھ اور ہے، میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا لیکن بہر حال ان شخصیات کا امت مسلمہ پر حق ہے کہ ہم ان کے مشن کو بھی زندہ رکھیں، ان کی یاد کو بھی تازہ رکھا جائے۔ ان کی زندگی کی تگ وتاز کے مختلف مراحل کو وقتاً فوقتاً سامنے لایا جاتا رہے۔

مجھے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم سے ایک عرصے سے نیاز مندی کا تعلق تھا اور آخر وقت تک رہا مختلف حوالوں سے، میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا وہ بھی میرے یہاں تشریف لاتے رہے اور مختلف تحریکات میں ہم اکٹھے رہے، مختلف فورموں میں ہم نے اکٹھے کام کیا۔ میری ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے دلچسپی اور نیاز مندی اور تعلقات کے مختلف پہلو ہیں، جن کا سرسری تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس ملک میں اقامتِ دین، غلبہ اسلام اور اسلام کے نفاذ کے صرف ایک داعی ہی نہیں تھے بلکہ وہ اس کے لیے مسلسل کام کرنے والے راہنما اور کارکن بھی تھے۔ یہ ہمارا ایک مشترکہ ملی مقصد ہے۔ اگر ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان کی اساس کو سمجھتے ہیں تو پاکستان میں اسلام کا نفاذ، اسلام کا غلبہ، اسلام کی بالادستی، یہ نہ علماء کے طبقہ کا کام ہے نہ دینی کارکنوں کی ذمہ داری ہے بلکہ یہ تو ہمارا ملی مقصد ہے، بطور پاکستانی کے۔ پاکستان کی اساس اس پر ہے، پاکستان کے دستور کی اساس اس پر ہے۔ پاکستان کے استحکام اور بقاء کی اساس اسی پر ہے یہ ہمارا مشترکہ کام ہے لیکن ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اکیلے اس محاذ پر جو مسلسل تگ ودو کی ہے جو محنت کی ہے میں بھی اس تحریک کا کارکن ہوں، اپنے اپنے دائرے میں ہم سب کارکن ہیں تو میری دلچسپی کا ایک پہلو تو یہ تھا کہ ہم ملی تحریک کے کارکن ہیں، کام کرنے والے ہیں اور مختلف اداروں میں کام کر رہے ہیں۔ ہم اکٹھے بھی ہوتے تھے اور الگ الگ بھی کام کرتے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے میری نیاز مندی اور تعلق کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے آج کے دور میں خلافت کا نام زندہ کیا جو ہم بھول گئے ہیں۔ ہمارا اسلام کا political system تو خلافت ہے۔ اگر ہم اپنے سیاسی نظام کو political system کو مستعار اصطلاحات کی بجائے اسے اپنی ہی اصطلاح میں بیان کریں تو وہ خلافت ہے اور خلافت کوئی شرمندگی کا عنوان نہیں فخر کا عنوان ہے۔ خلافت کے خلاف مختلف افراد وقتاً فوقتاً آواز اٹھاتے رہتے ہیں لیکن خلافت کا جو role ایک ہزار سال اور 1200 سال تک رہا ہے وہ ہمارے لیے فخر کی بات ہے اور وہ دور ہمارا شاندار ماضی ہے۔ مجھے ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے اس حوالے سے بھی تعلق تھا اور اُنس تھا کہ وہ خلافت کا نام، خلافت کی اصطلاح، خلافت کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں بیسیوں گروہ ہیں جو خلافت کے عنوان سے، خلافت کے پرچم تلے خلافت کے ٹائٹل کے ساتھ دینی تحریک کا کام کر رہے ہیں۔ بہر حال میری مناسبت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے ہماری اصل اصطلاح کو اور ہمارے اصل ٹائٹل کو باقی رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً متعارف کراتے رہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحبؒ کے ساتھ مناسبت کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ وہ قرآن پاک کے ایک داعی تھے اور قرآنی تعلیمات کے فروغ میں ان کا ایک کردار تھا۔ سچی بات یہ ہے اگر ہم اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں، سستیوں اور لاپرواہیوں اور اپنے بہت سے پہلوؤں کو نظرانداز کرتے ہوئے عالمی تناظر میں قرآن پاک کی اہمیت اور قرآن پاک کے پیغام کو آج کے تناظر میں دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ دنیا کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے۔ گزشتہ ہفتے نیویارک میں ماحولیات پر ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی ہے ایک چھوٹی سی خبر چھپی ہے آپ کی نظر سے گزری ہوگی ماحولیات پر، کہ دنیا میں ماحولیاتی آلودگی اور ماحولیاتی تباہی کا دائرہ پھیلتا جارہا ہے اور دنیا کو بچانا ہے تو اس میں شہزادہ چارلس نے جو تقریر کی ہے اس نے یہ جملہ کہا ہے کہ دنیا کو اگر ماحولیات کے حوالے سے تباہی سے بچانا ہے تو قرآن پاک کے احکامات پر عمل کے بغیر کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ بات نیویارک میں کہی جارہی ہے اور آج کے ماحول میں کہی جارہی ہے اور چارلس کہہ رہا ہے میں اس کا صرف لیول بتانا چاہ رہا ہوں کہ قرآن پاک کا لیول کیا ہے، قرآن کے پیغام کی سطح کیا ہے، اس کا رخ کیا ہے۔

ہم اپنے اپنے دائروں میں محدود ہو کر قرآن پاک کی بات بہت محدود پیمانے پر کرتے ہیں۔ میں اپنے اس درد کے احساس کے ساتھ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے قرآن پاک کے عمومی پیغام کو اور قرآن کی اس دعوت کو جو آج کی نسل انسانی کے لیے گلوبل ماحول میں ہے۔ اپنے اپنے دائروں میں تو ہم قرآن پاک کی بات کرتے ہیں، اپنے اپنے رخ میں سارے کرتے ہیں کوئی بھی ایسا نہیں جو نہیں کرتا لیکن آج کی گلوبل انسانی سوسائٹی کے ماحول میں قرآن پاک کی دعوت کا جو رخ ہے اس پر کام کرنے والے چند افراد میں سے ایک ڈاکٹر اسرار احمدؒ تھے اور میری ان سے مناسبت کی بڑی وجہ یہی تھی۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ایک اور بات مجھے بہت زیادہ پسند تھی، ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ الہند محمود الحسن نے مالٹا کی اسارت سے واپسی پر جو دونکاتی ایجنڈا پیش کیا تھا کہ قرآن کی دعوت کو عام کرو اور مسلمانوں کے اختلافات کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرو۔ ڈاکٹر صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ میں اس تحریک کا آدمی ہوں۔ اور میں شیخ الہند کے اس فکر کا آدمی ہوں۔

ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کس گروپ کے آدمی ہیں؟ تو میں جواب میں کہتا ہوں کہ میں کسی گروپ کا نہیں ہوں۔ میں تو جو دین کا کام کرتا ہے اس کا ساتھی ہوں اور جھگڑنے والوں سے دو میل دور رہتا ہوں اور جہاں بھی، جو بھی دین کا کام نفاذ شریعت کے حوالے سے یا تحریک ختم نبوت کے حوالے سے یا دینی اقدار کی سربلندی کے لیے کر رہا ہے میں کوشش کرتا ہوں اس کے ساتھ تعاون کروں۔ ڈاکٹر صاحبؒ کہتے تھے کہ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی حجاب نہیں کہ میں بھی شیخ الہند کے گروپ سے ہوں۔ فکری طور پر اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ تم فکری اور نظریاتی طور پر کس دائرے میں ہو تو میرا ذہن وہیں جاتا ہے کہ میں بھی خود کو تحریک شیخ الہندؒ کا ایک کارکن سمجھتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحبؒ سے اپنی مناسبت اور نیازمندی کے مختلف پہلو میں نے ذکر کیے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بڑی متحرک اور بھرپور زندگی گزاری ہے، بیماری کے باوجود، علالت کے باوجود، بہت سے عوارض کے باوجود آخر وقت تک وہ اپنے مشن پر کاربند رہے اور میں ان کے جدوجہد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے لیے بھی راستہ یہی ہے کہ ہم بھی ان کی استقامت، اپنے موقف کے ساتھ commitment اور ان کے vision سے جو دنیائے اسلام اور پوری دنیا کے حوالے سے تھا، اپنے لیے مشعل راہ بنائیں اور کوشش کریں کہ یہ مشن جاری رہے اور اس مشن کے ساتھ ہمارا بھی کچھ نہ کچھ حصہ پڑتا رہے۔

❀❀❀

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹیوں، ☆عمر 33 سال، تعلیم ایم بی ایس، ایف سی پی ایس، قد "4 .'5۔ ☆ عمر 34 سال، تعلیم ایم فل ایجوکیشن، قد "4 .'5، خلع یافتہ کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-4821457

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(05 تا 20 جنوری 2023ء)

جمعرات (05 جنوری) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر شعبہ تربیت کے ساتھ اور شام کو شعبہ نظامت کے ساتھ میٹنگز کیں۔

جمعہ (06 جنوری) کو قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن، لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد ازاں ''امیر سے ملاقات'' کی ریکارڈنگ کروائی۔ شام کو مولانا راغب نعیمی سے ان کے دارالعلوم جامعہ نعیمیہ میں ملاقات کی۔ ناظم اعلیٰ بھی ساتھ تھے۔ مختلف امور کے علاوہ ان کے سامنے سوشل میڈیا کے حوالے سے تنظیم کی پالیسی کا ذکر بھی ہوا۔ ان کو بانی محترمؒ کی کتب پیش کیں۔ رات دارالاسلام مرکز میں قیام رہا۔

ہفتہ (07 جنوری) کو ناظم رابطہ، قانونی و انتظامی امور سے میٹنگ کی۔ اس کے بعد کراچی واپسی ہوئی۔

اتوار تا بدھ (08 تا 11 جنوری) کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ کچھ ریکارڈنگ کروائی۔

جمعرات (12 جنوری) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ رات کو مفتی نعیم (مرحوم، جامعہ بنوریہ کراچی) کی بھانجی کی دعوت ولیمہ میں شرکت ہوئی۔ اس موقع پر تلاوت قرآن مجید اور اس کا ترجمہ خود بیرون ملک سے آئے ہوئے دولہا نے بیان کیا۔ اس موقع پر خصوصی دعوت پر نکاح کے حوالے سے امیر محترم نے گفتگو بھی فرمائی۔

جمعہ (13 جنوری) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ شام کو حلقہ اسلام آباد کے دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ ایئرپورٹ سے نائب ناظم اعلیٰ راجہ محمد اصغر صاحب کے ہمراہ ان کے گھر پہنچے اور رات کو وہیں قیام فرمایا۔

ہفتہ (14 جنوری) کو بعد نماز فجر جوڈیشنل کالونی کی مسجد میں خطاب کیا۔ بعد ازاں پونے دس بجے مرکز I/8 میں واقع مسجد الفرقان پہنچے۔ وہاں پر 10:00 بجے تا نماز ظہر حلقہ اسلام آباد کے رفقاء سے ملاقات کی۔ دوران سال نئے شامل ہونے والے رفقاء اور معاونین حلقہ کا تعارف حاصل کیا۔ چائے کے وقفہ کے بعد سوال و جواب کی طویل نشست ہوئی۔ اختتام پر مبتدی و ملتزم رفقاء سے بیعت مسنونہ ہوئی۔ اس دوران کچھ تذکیری گفتگو بھی کی۔ بعد نماز ظہر ذمہ داران کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی جو نماز عصر تک جاری رہی۔ بعد نماز عشاء مقامی تنظیم کورنگ ٹاؤن کے زیر اہتمام جلسہ عام میں ''پاکستان کے مسائل اور ان کا حل'' کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ سیر حاصل خطاب کیا، جس میں شرکاء کی تعداد 600 کے قریب تھی۔ اس کے لیے ایک وسیع و عریض مارکی میں مردوں اور خواتین کے لیے الگ الگ انتظامات کیے گئے تھے۔

اتوار (15 جنوری) کو بعد نماز فجر دارالقرآن کورنگ ٹاؤن میں 17-علماء کرام و آئمہ سے ناشتے تک اچھی گفتگو رہی۔ بعد ازاں 09:30 بجے نیول اینکریج میں ''دجالی تہذیب کی یلغار اور دفاعی تدابیر'' کے موضوع پر مفصل و مدلل خطاب فرمایا۔ تقریب کے اختتام پر سابق اہم حکومتی ذمہ دار کے گھر پر ظہرانے میں شرکت اور باہمی گفتگو کی۔ بعد نماز مغرب مسجد الفرقان میں ''پاکستان کی موجودہ صورت حال اور اس کا مستقبل'' کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ خطاب فرمایا۔ بعد نماز عشاء اسلام آباد ائیرپورٹ سے کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔ کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

بدھ (18 جنوری) کی رات لاہور آنا ہوا۔

جمعرات (19 جنوری) کو صبح 09 بجے خصوصی اسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر نائب امیر اور ناظم اعلیٰ کی معیت میں شعبہ نشر و اشاعت اور شعبہ تربیت سے میٹنگز کیں۔

جمعہ (20 جنوری) کی صبح شعبہ نظامت سے میٹنگ کی۔ جس میں نائب امیر نے آن لائن شرکت کی۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد ازاں شیخوپورہ کے مقامی امیر شکیل صاحب کی عیادت کے لیے جانا ہوا۔ نائب امیر سے تنظیمی امور کے متعلق آن لائن رابطہ رہا۔

Western media outlets began projecting the Viagra rape story of Libyan soldiers.The myth of Muammar Qaddafi distributing Viagra to his soldiers to have people raped was even "confirmed" by Luis Moreno-Ocampo, Chief Prosecutor of the International Criminal Court.Except that it was completely false.But by "confirming" such fake news publicized by Western news outlets gave them an aura of credibility.

Today, in the war in Ukraine, propaganda is regularly referenced as a Russian disinformation campaign.One rarely hears Western media outlets discussing propaganda in relation to the Ukrainian side.When a prominent Danish journalist Matilde Kimer recently announced that the Kiev regime tried to pressure her to engage in pro-Ukrainian propaganda, this received little or no coverage in the Western media.Instead, it was confined to a niche news source, the 'Interecept'.

Compared to unrefined propaganda, Western news organizations are quite experienced at manipulating information.They have a lot of experience in projecting falsehoods and have become quite sophisticated.Most of their non-Western competitors are no match for them.In his book, Manufacturing Consent, Professor Noam Chomsky has explained this concept fully.

The positive news on the propaganda front is that as the West's geopolitical hegemony declines, Western news sources are forced to resort to crude propaganda techniques.Thus, involuntarily they are unmasking themselves.Examples from their recent coverage of Afghanistan, Kashmir, Palestine, Syria, Libya, Yemen, Iraq and now Ukraine show the decline in sophistication of Western propaganda. We can be hopeful that the truth will eventually prevail over al forms of falsehood.

گوشۂ سود

سود کی حرمت کے حوالے سے اعتراضات اور اُن کے جوابات

ساتواں اعتراض: نبی کریم ﷺ کے زمانے اور ہمارے زمانے کے سود میں فرق ہے۔اس زمانے میں کاروباری سود نہ تھا۔

جواب: اسلام جب کسی شے کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی تمام صورتوں کو حرام قرار دیتا ہے جو مستقبل میں پیش آسکتی ہیں۔ چنانچہ کیا شراب کی نئی اقسام، جوئے کے نئے طریقے، فحاشی کی جدید شکلوں اور سُوروں (Pigs) کی نئی اقسام کو صرف اس بنیاد پر جائز قرار دیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہ سب موجود نہ تھے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی کاروباری مقاصد کے لیے سودی قرضوں کا لین دین ہوتا تھا۔ طائف کے علاقے میں یہ کاروبار بہت بڑے پیمانے پر ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ظہور سے قبل حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سود پر کاروباری قرضے دیا کرتے تھے۔

بحوالہ ''سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات''، از حافظ انجینئر نوید احمدؒ

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 258 دن گزر چکے!

Quote on Riba

"For at least another hundred years we must pretend to ourselves and to everyone that fair is foul and foul is fair; for foul is useful and fair is not. Avarice and usury and precaution must be our gods for a little longer still."

Henry Ford *Found of Ford Motor Co.*

The propaganda and disinformation of the Western media

By: Raza ul Haq

Propaganda and disinformation are a common topic these days among many Western media outlets. The topic is not the only commonality but the narrative as well. In-depth examination of the propaganda topic reveals that it is mainly the geopolitical adversaries of the West who allegedly engage in propaganda. Western media loves to point out the propaganda maneuvers of others but soft peddles its own devious ways as 'mistaken reporting'.

Prior to delving deeper, let us make clear that all media outlets engage in some form of propaganda. Every media organization has a worldview and holds certain philosophical presuppositions which it holds as valid and those opposing it as invalid. Through this prism, media outlets prioritize a certain outlook on events.

The Western media presents the war in Ukraine through the angle of the violation of its sovereignty. Afghanistan, Kashmir, Palestine, Syria, Libya, Yemen and Iraqdo not merit such consideration. The global information field is dominated by mainly Western media institutions or organizations where Western trained media technocrats hold significant sway. Thus, readers need to be made aware of some notorious propaganda maneuvers conducted by Western media organizations which rarely get highlighted. In recent years some of the most misrepresented reporting has been related to Afghanistan, Kashmir, Palestine, Syria, Libya, Yemen and Iraq.

For two decades, the US told one lie after another about the war in Afghanistan. The lies came from the White House, Congress, the State Department, the Pentagon, and the CIA, as well as from Hollywood, cable news pundits, journalists, and the broader culture. The lies which the Western regimes used, and still do, as anti-Taliban propaganda, right from the start was the smoke screen of "women's rights, girl's rights and democracy". This was used to sell the illegal invasion and the brutal and savage bombardment of the Afghan people. They knew that the 9/11 excuse for such vicious destruction of a country, was going to be a short sell. The ensuing 20 years proved that the Western regimes did not care an iota for the women and girls of Afghanistan.They installed puppets in their tailor-made 'democracy'. It was always a war against Islam, as proven by their spreading of the war into Iraq.

The US invasion of Iraq was built on a false story of 'Weapons of Mass Destruction'. This was articulated by George W. Bush in a speech days before invasion:"Intelligence gathered by this and other governments leaves no doubt that the Iraq regime continues to possess and conceal some of the most lethal weapons ever devised. This regime has already used weapons of mass destruction against Iraq's neighbors and against Iraq's people."To the lie about the possession of WMDs, Bush added a few more: that Saddam Hussein "trained and harbored terrorists, including operatives of al-Qaeda." Moreover, left unchecked, those Saddam-supplied terrorists could "kill hundreds of thousands of innocent people in our country (USA)."The US killed over a million people in Iraq.

When NATO began bombing Libya in May 2011,

Vol: 32 | **Regd. No. C.P.L NO.114** | **No.05**

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore